

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَقُوْمُ رَبُّكَ عَلٰی سَعَدٍ عَلٰی اَنْتَ اِلٰهٌ اَعْمَدٌ

کی دعا ہماری صحت کو اپنی کے ہر لمحہ کے ساتھ لائے گی ۔ ۱۔ ۱۰۰۰ بار



پیش کش: ادارہ مسعودیہ

کے ایف ڈی، دہلی

ادارہ مسعودیہ
۵۰۶، ای، عالم آباد کراچی۔ ۷۴۰۰۰
اسلامی جمہوریہ پاکستان

حرفِ آغاز

ہم روزانہ سورۃ فاتحہ پڑھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں: 'چلا ہم کو سیدھی راہ، راہ ان کی جن پر تو نے انعام فرمایا'۔

دعا کے ان بولوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ تو ایک ہے مگر راہ بتانے والے، راہ دکھانے والے، منزل تک پہنچانے والے ایک سے زیادہ ہیں۔ مقصود ہدایت ہے اور ان راہ دکھانے والوں کی تقلید وسیلہ ہدایت ہے، بغیر ان کے راہ مل سکتی تو ان کا ذکر نہ کیا جاتا، وہ ہر چیز پر قادر ہے مگر اس کا قانون یہی ہے، اس کا دستور یہی ہے کہ پیاروں کے نقش قدم پر چل کر ہی منزل تک پہنچا جاسکتا ہے۔ جسم کو بھی تقلید کی ضرورت ہے، دماغ کو بھی تقلید کی ضرورت ہے، روح کو بھی تقلید کی ضرورت ہے۔ انسان کیلئے یہ بڑی حقیقتیں ہیں۔ تقلید کے بغیر نہ جسم پھلتا پھوتا ہے، نہ دماغ پھلتا پھوتا ہے، نہ روح پھلتی پھولتی ہے۔ تقلید ایک عظیم حقیقت ہے، معاشرے میں رہ کر اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تقلید نہ کرنے والا بھی تقلید پر مجبور ہے، زندگی سنوارنے کیلئے کسی نہ کسی کی تقلید کرنی ہی پڑتی ہے، تقلید کا عمل تو گھر ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ اگر ہم تقلید نہ کرتے تو ہم کو بولنا چلانا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، ہنسا رونا، سوچنا سمجھنا کچھ بھی نہ آتا۔ ہم معاشرے میں شعوری یا غیر شعوری طور پر تقلید کرتے چلے جاتے ہیں اور بننے سنورتے چلے جاتے ہیں۔ تقلید معاشرتی زندگی کا ایک اہم ستون ہے، یہ گر جائے تو پورا معاشرہ ڈھے جائے اور انسان بکھر کر رہ جائے اور ہم وحشی و جنگلی بن جائیں۔

تقلید ایک عمرانیاتی، معاشرتی، نفسیاتی اور دینی موضوع ہے، ساری خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کو سیاسی موضوع بنا کر گفتگو کی جاتی ہے اور اکابر امت کو ہدف ملامت بنایا جاتا ہے، ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ گفتگو مذہبی موضوع پر کی جارہی ہے۔ عوام الناس مذہبی لہادے میں لپٹی ہوئی اس سیاست سے بے خبر ہیں اگر یہ بحث خالص مذہبی ہوتی اور نیک نیتی پر قائم ہوتی تو ہم کمزور نہ ہوتے، مگر ہم دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ انگریزی عملداروں سے پہلے ہم بہت قوی تھے، ہمارا مسلک وہی تھا جو سلف صالحین کا مسلک تھا جس کو اب تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ہماری حکومت ایشیاء میں، افریقہ میں اور یورپ میں پھیلی ہوئی سب سے بڑی حکومت تھی۔ ایک دو سو برس کے اندر دشمنان اسلام کی سیاست اور خاموش حکمت عملی نے ہم کو بدل کر رکھ دیا۔ ہماری قوت کا یہ عالم تھا کہ دنیا میں ہمارے دم سے علم و دانش میں بہار آئی اور تہذیب و تمدن پروان چڑھے، ہم نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا، اب ہم کسی کو بدلتے نہیں، خود بدلتے چلے جاتے ہیں۔ انہوں کی نہیں سنتے، دشمنوں کی سنتے چلے جا رہے ہیں۔

یہ کیا ہوا؟ کیوں ہوا؟ ہمیں ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہئے!

اس وقت ملتِ اسلامیہ عالمی سازشوں کے گھیرے میں ہے جس کا مقصود حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دور کرنا اور ان کی جناب میں گستاخ و بے ادب بنانا ہے۔ ہر اس چیز سے دور کرنا جو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھتی ہو، جو آپ کے علوم و معارف کی امین ہو۔ مگر جو آپ سے دور ہوا وہ اللہ سے دور ہوا، جس کے دل میں آپ کی تعظیم و توقیر نہیں اس کے دل میں نہ اللہ کی تعظیم ہو سکتی ہے نہ بیت اللہ کی۔ یہ خیال ہی خیال نہیں، حرمین شریفین میں حاضر ہونے والا زائر اس حقیقت کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ گویا اصل مقصد اسلام سے دور کرنا ہے۔ اسلام رسماً کا نام نہیں، یہ توفد اکاری اور جان فثاری کا نام ہے۔ ساری دنیا اسی جذبے کو لوٹنے کیلئے آگے بڑھ رہی ہے۔

کوشش یہ کی جا رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ملتِ اسلامیہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے دور ہو جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کیلئے دشمنانِ اسلام نے یہ حکمتِ عملی تیار کی ہے کہ آپ کی باتوں میں شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں، آپ کے دامن سے وابستہ اور آپ کے علوم کی امین ہستیوں سے بد دل کیا جائے، اس طرح مسلمانوں کو اندر سے توڑ پھوڑ دیا جائے پھر جس دشمن کا جی چاہے ان کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کر لے، یہ عمل دو صدیوں سے تیزی سے جاری ہے، ماضی کی تاریخ اس خیال کی تائید کرتی ہے۔

’حرف آغاز‘ لکھ رہا تھا کہ ڈاک سے ایک لفافہ ملا جس میں مطبوعہ لٹریچر کے چند اوراق تھے۔ نہ لکھنے والے کا نام، نہ بھیجنے والے کا نام اور پتا، اسی سے لٹریچر کے مقاصد کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس لٹریچر میں سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، احادیث شریف اور حجرِ اسود سے بدگمان کرنے کی پوری سعی کی گئی ہے اور چھپے لفظوں میں اکابرینِ اُمت اور سلف صالحین سے برگشتہ کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

بزرگوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت ملتِ اسلامیہ کا امتیاز رہا ہے۔ یہ ادب شیرِ اڑہ ملت کا مضبوط بندھن ہے، اس کو مسلل توڑا جا رہا ہے اور سلف صالحین سے رشتہ منقطع کیا جا رہا ہے۔ اقبال نے نوجوانِ ملت کے اصل مرض کی تشخیص کرتے ہوئے کہا تھا کہ بزرگانِ سلف سے بدگمانی ان کا سب سے بڑا مرض ہے۔ یقین سے قومیں پھلتی پھولتی ہیں، یقین متزلزل ہو جائے تو بکھرنے لگتی ہیں، حیف کوئی علاج نہیں، جو ہے اس مرض میں اور اضافہ کر رہا ہے اور اپنی عاقبت سے بے خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بڑوں کے حضور

بالادب رکھے۔ آمین

راقم سے بعض احباب نے فرمایا کہ کچھ لوگ تبلیغ دین کے بہانے شہروں اور دیہاتوں میں بھولے بھالے مسلمانوں کو بزرگوں سے بدظن کر رہے ہیں حتیٰ کہ صحابہ کرام، ائمہ مجتہدین، تابعین، تبع تابعین اور حضرات اہل اللہ اور علماء حق سے بھی بدظن کر رہے ہیں، شعوری طور پر تو کوئی مسلمان ایسا نہیں کر سکتا، وہی کر سکتا ہے جس کو حقیقت کا علم نہ ہو یا جو کسی کیلئے کام کر رہا ہو۔ اللہ اکبر! کن سے بدگمان کیا جا رہا ہے! وہ جنہوں نے قرآن وحدیث کو اپنے سینے سے لگا کر ہم تک پہنچایا۔ وہ جنہوں نے ہم کو بہت کچھ دیا اور ہم نے ان سے بہت کچھ لیا۔ وہ جنہوں نے ملت کو پروان چڑھایا، ثریا تک پہنچایا۔ وہ جن کے نقش قدم پر چل کر کروڑوں راہ پا گئے اور برا عظیم ایشیاء، برا عظیم افریقہ، برا عظیم یورپ پر حکومت کر گئے۔ وہ جن سے ہم پیٹھ پھیر لیں تو ہمارے پاس کچھ نہ رہے، سب کچھ انہیں کا دیا ہوا ہے۔ افسوس! ہم پڑھ لکھ کر جہالت کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہمارا جہل، علم پر چھارہا ہے۔ ہماری زندگی، موت بن رہی ہے۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ ذرا سوچیں تو سہی!

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری غذاؤں میں ملاوٹ ہے، ہماری تاریخ میں ملاوٹ ہے، ہماری سیاست میں ملاوٹ ہے، ہماری طریقت میں ملاوٹ ہے، غرض جہر دیکھو، ملاوٹ ہی ملاوٹ ہے۔ اس ملاوٹ سے اصل کو نکالنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ کھانے میں ملاوٹ نے جسم کو بیمار کر دیا، تعلیم میں ملاوٹ نے ذہن کو بیمار کر دیا، سیاست میں ملاوٹ نے حکومتوں کو بیمار کر دیا، طریقت میں ملاوٹ نے روحوں کو بیمار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے! سچا پننے اور سچوں کیساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آئین ملت کے جوانوں کی سچی باتیں بتانی چاہئیں، وہ جھوٹ سے اُکتا گئے ہیں، سچ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ذرا غور کریں ائمہ مجتہدین امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ تاثر دیا گیا کہ گویا وہ صدیوں بعد کی شخصیات ہیں مگر کسی کو نہیں معلوم کہ ائمہ مجتہدین، محدثین کا تعلق پہلی اور دوسری صدی ہجری سے ہے، گویا 'خیر القرون' سے ہے جس کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہترین زمانہ قرار دیا۔ جب یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے تو لوگ حیران ہوتے ہیں اور اندھیرے سے اُجالے میں آتے ہیں اور اپنے طرز فکر کی اصلاح کرتے ہیں، محسنین کا احسان مانتے ہیں اور ہر عقلمند کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ائمہ مجتہدین سے بہت سی غلط باتیں منسوب کر دی گئیں اور یہ کام انہوں نے کیا جن کا فرض دکھانا تھا۔ ایک بات یہ مشہور کی گئی کہ ان حضرات نے اپنے خیالات و نظریات اور تصورات کا ایک مجموعہ تیار کیا جس کا نام 'فقہ' ہے اور معاذ اللہ اس کا تعلق قرآن و حدیث سے ہی نہیں۔ دوسری بات یہ مشہور کر دی گئی کہ احادیث شریفہ کا کوئی تحریری سرمایہ نہ تھا، کئی صدی بعد سن کر یہ مرتب کی گئی ہیں اس لئے زیادہ قابل اعتبار نہیں (اللہ کی پناہ!) تاریخ کی روشنی میں یہ ساری باتیں لغو اور بے اصل ہیں جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے ہو جائے گا۔

اختلافات کے انبار اور کلتہ چینوں کے ڈھیر نے جوانوں کو الجھا کر رکھ دیا، وہ کلڑیوں میں بٹ کر ایک ایک کا منہ نکلتے ہیں اور ایک ایک سے پوچھتے ہیں، 'تاجدارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والے کہاں گئے؟ کوئی جواب نہیں دیتا! وہ لہنی راہ لیتے ہیں۔ ہم دشمنوں کو خوش کرنے کیلئے بکھر گئے تھے، اب دوستوں کو خوش کرنے کیلئے متحد ہو جائیں۔ اتحاد میں بڑی برکت ہے، اتحاد میں بڑی طاقت ہے۔

کسی فرقے یا جماعت کے خلاف لکھنا راقم کی عادت نہیں، لیکن جب دیکھتا ہوں کہ جو نہیں وہ دکھایا جا رہا ہے، جو ہے وہ چھپایا جا رہا ہے تو پھر لکھنا اپنا فرض سمجھتا ہوں تاکہ جو ہے وہ نظر آئے اور جو نہیں ہے وہ روپوش ہو جائے اور پڑھنے والے حق و باطل میں تیز کے لائق ہو جائیں۔

اسی جذبے کے تحت ۱۹۹۵ء میں راقم نے 'تقلید' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا جو آپ کے سامنے ہے۔ مقالہ ذرا طویل تھا اس لئے ۱۹۹۶ء میں پہلے ۱۶ صفحات پر اس کا خلاصہ مرتب کیا گیا جو تقلید ہی کے عنوان سے ادارہ مسعودیہ کراچی نے سنہ مذکورہ میں شائع کر دیا۔ اس خلاصے کے انگریزی میں دو ترجمے ہوئے جو سنہ مذکورہ ہی میں ادارہ مسعودیہ نے شائع کرائے۔ اب مولانا ذاکر اللہ مجددی افغانی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے جو زیر طباعت ہے۔ پیش نظر مقالہ غلت میں لکھا گیا ہے کیونکہ راقم الحروف بہت مصروف رہتا ہے اس مقالے کی تہنیت بھی عزیزم سید محمد مظہر قیوم سلمہ نے کی ہے۔ قارئین کرام جہاں کسی قسم کی غلطی ملاحظہ فرمائیں راقم کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ نقش ثانی زیادہ صحیح اور مکمل ہو۔

اس مقالے کو نو ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے باب میں 'تقلید' پر عمومی بحث کی ہے۔ دوسرے باب میں حدیث کی تاریخی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ تیسرے میں ائمہ مجتہدین، امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اور محدثین کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ پانچویں باب میں امام ابو حنیفہ کی شخصیت اور علمی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ چھٹے باب میں قرآن و حدیث اور متقدمین و متاخرین علماء کے تاثرات کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ساتویں باب میں مقلدین کا ذکر ہے۔ آٹھویں باب میں غیر مقلدین کا ذکر ہے۔ نویں باب میں مسلمانانِ عالم کے خلاف دشمنانِ اسلام کی سازش کا ذکر ہے۔

مقالہ کی تدوین و ترتیب میں مندرجہ ذیل علمائے کرام نے مدد فرمائی۔ راقم ان سب حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہے۔

علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ لاہور، شیخ الحدیث علامہ قاضی محمد احمد مجددی نعیمی، کراچی، علامہ مفتی محمد جان مجددی نعیمی، شیخ الحدیث و مہتمم دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ کراچی، علامہ منظور احمد سعیدی، کراچی، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد عبد الباری صدیقی، کراچی، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد رفیق صاحب مجددی مسعودی، لاہور، محترم سید انور علی صاحب (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)، کراچی، جناب محترم مسعود احمد صاحب جھنڈیر (دہاڑی، ملیسی پنجاب)، مولانا عطاء اللہ نقشبندی مجددی وغیرہ وغیرہ۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! محبین و محسنین کے تعاون سے یہ کتاب مکمل ہو گئی۔ جو کچھ لکھا گیانیک نیکی سے اصلاح فکر و نظر کیلئے لکھا گیا ہے۔ سچی باتیں ظاہر کرنے کیلئے لکھا گیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو صراطِ مستقیم پر چلائے، ان پیاروں کی راہ پر جن پر اس کریم نے انعام فرمایا اور ہم کو حق قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وازواجہ و صحابہ وسلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۱۷ / ۲

پنی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی

کراچی۔ ۷۵۴۰۰

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۶ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ

۱۶ ستمبر ۱۹۹۹ء

شب جمعہ المبارک

(۱) تقلید --- فطری ضرورت

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔^۱ اس کی فطرت میں اپنی ذات کی تڑپ رکھی اور ارشاد فرمایا، اپنا منہ سیدھا کرو اللہ کی اطاعت کیلئے ایک اکیلے اسی کے ہو کر، اللہ کی ڈالی ہوئی بنا جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔^۲ ہاں، وہ کہاں ہے؟ جس طرف منہ کرو اللہ ہی اللہ ہے۔^۳ کس طرح پائیں؟ کہاں تلاش کریں؟ منزل تک کیسے پہنچیں؟ وہ بڑا رحیم و کریم ہے، ہم کو دعا بھی سکھادی اور منزل کا اتا پتا بھی بتادیا۔ ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔^۴ بغیر نشان قدم، منزل کا ملنا مشکل ہے۔ ہادی و رہبر چلتے گئے۔ پھر چلنے والے پیچھے پیچھے چلتے رہے، منزل تک پہنچتے رہے۔ یہ نشان قدم نہ ہوتے تو ہم کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے! بڑا کریم فرمایا، نشان قدم عطا فرمائے، راہ پر لگادیا، منزل تک پہنچادیا۔ یہ عمل نہ معلوم کب سے جاری ہے اور کب تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو طبعاً مقلد بنایا ہے۔ انفرادی، اجتماعی، معاشرتی، جغرافیائی ہر سطح پر وہ مقلد نظر آتا ہے۔ ایک فرد دوسرے فرد کی تقلید کرتا ہے، ایک جماعت دوسری جماعت کی تقلید کرتی ہے، ایک قوم دوسری قوم کی تقلید کرتی ہے۔ شعوری اور غیر شعوری طور پر ہم ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں۔ ہم زندگی بھر نہ معلوم کتنے لوگوں کی تقلید کرتے ہیں تب جا کر بننے یا بگڑتے ہیں۔ اور تو اور ہماری ساری ترقیاں اسی تقلید کی مرہونِ منت ہیں۔ سائنس کی حیرت ناک ترقیوں میں یہی تقلید جلوہ گر ہے۔ ایک نے دوسرے سے سیکھا ہے۔ تقلید سے مفر نہیں۔ انسان کے ہر قول و عمل پر تقلید کی چھاپ ہے، تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔

۱۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۳۰

۲۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۳۰

۳۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۱۵

۴۔ قرآن حکیم، سورہ فاتحہ، آیت نمبر ۶۔۷

دسویں صدی ہجری میں اکبر بادشاہ نے چند شیر خوار بچوں کو الگ تھلگ ایک مکان میں رکھ کر یہ جاننا چاہا کہ ایسے بچے جن کو تقلید کیلئے کوئی انسان نہ ملا جب سن شعور کو پہنچیں گے تو کس طرح بولیں گے؟ کس طرح اُنھیں بیٹھیں گے؟ جب وہ سن شعور کو پہنچے تو جانوروں کی بولیاں بول رہے تھے، انسانوں جیسی خوبی ان میں نظر نہیں آتی تھی کیونکہ وہ انسانی ماحول سے دور رہے، تقلید نہ کر سکے۔ تقلید کرتے تو بولنا چاہنا اور اٹھنا بیٹھنا آتا۔ تقلید نہ کی تو ہر کمال سے محروم رہے۔ تقلید ایک حقیقت ہے، بہت بڑی حقیقت، اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تقریباً ہر گھر میں مقلد موجود ہیں۔ جس بچے نے ابھی مدرسہ و اسکول نہ دیکھا وہ بچہ ماں باپ، بھائی بہنوں کی تقلید کرتا ہے۔ سب کی طرف سے آنکھیں بند کر لے تو کہیں کا نہ رہے۔ اس لئے ہم بچوں کیلئے اچھے سے اچھا استاد اور اچھے سے اچھا اسکول تلاش کرتے ہیں تاکہ اچھے انسانوں کی صحبت میں اچھا بنے۔ کوئی ایسا معقول آدمی نظر نہیں آتا جو یہ کہے کہ کتابیں تو موجود ہیں بچہ خود لکھ پڑھ لے گا۔ دانائی یہی ہے کہ بہترین استاد کو اپنا رہبر و رہنما بنایا جائے اور خود لکھنے پڑھنے کے زعم میں زندگی کو رائیگاں اور مستقبل کو برباد نہ کیا جائے۔

تقلید قومی ترقی کا لازمی جزو ہے۔ تہذیب و تمدن تقلید کے سہارے آگے بڑھے بڑھتے ہیں، معاشرے پر نظر ڈالی جائے تو ہر شعبہ زندگی میں تقلید کی چارہ سازی ہے۔ بول چال میں تقلید، کھانے پینے میں تقلید، پہننے اوڑھنے میں تقلید، رہن سہن میں تقلید، فکر و نظر میں تقلید، کافر و مشرک اور یہود و نصاریٰ کی تقلید۔ کسی کو یہ خیال نہ آیا کہ ہم کیوں تقلید کریں اور وہ بھی کافر و مشرک کی تقلید! تقلید ایک قومی و معاشرتی ضرورت اور ایک فطری تقاضا ہے۔ بغیر تقلید ہم ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتے اس لئے قرآن حکیم میں یوں ہدایت کی گئی 'اے ایمان والو! اللہ کی رضا پر چلو اور بچوں کے ساتھ رہو۔' بچوں کی تقلید انسان کو انسان بناتی ہے۔

تقلید سے انسان بہت فی کلمات سے فہم جاتا ہے اور جس شعبے میں بھی بچوں کی تقلید کی جائے زندگی کا وہ شعبہ سنورتا چلا جاتا ہے، انتشار و بگاڑ سے بچ جاتا ہے۔ ہم غور نہیں کرتے، غور کریں تو بات سمجھ میں آتی چلی جائے۔ ہم حروف کے سیٹ کو لفظ کہتے ہیں، الفاظ کے سیٹ کو جملہ، جملوں کے سیٹ کو عبارت اور عبارتوں کے سیٹ کو مقالہ، رسالہ، کتاب کہتے ہیں۔ پھر کتابوں کو پڑھ پڑھ کر زندگی بناتے ہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ ہم حروف فہمی سے خود الفاظ بنائیں گے، خود جملے بنائیں گے، خود زبان بنائیں گے، خود بولیں گے اور خود دوسروں کو بولوائیں گے۔ ہم دوسروں کی بنی بنائی چیزوں پر یقین نہیں رکھتے۔ کوئی اگر یہ کہتا تو ایک نامعقول بات اور غیر فطری عمل ہوتا۔ فطری عمل کے دھارے کو روکنا ممکن نہیں۔ ہم بہتر سے بہتر معاشرت و معیشت کی تقلید کی کوشش

کرتے ہیں تو پھر بہتر سے بہتر فکر و نظر کی تقلید کیوں نہ کریں؟ جو دوسروں نے پرکھا اور سوچا ہے اس کو رد کر کے خود پرکھئے اور سوچنے کی بات کیوں کریں؟ تقلید کے بغیر ہم اپنے فکر و نظر کی تعمیر نہیں کر سکتے۔ یہ بات جذبات سے ہٹ کر ٹھنڈے دل سے سوچنے کی ہے۔ ایک شخص بنے بنائے مکان میں نہیں رہتا، وہ کہتا ہے اینٹ پتھر موجود ہیں، میں خود مکان بناؤں گا۔ ایسے انسان کو کوئی معقول انسان نہیں کہہ سکتا۔ دانائی یہی ہے کہ جو چیز بن گئی اس کو خود بنانے کے شوق میں بگاڑ نہ جائے اور تاریخ کے ارتقائی عمل کو چھیڑ نہ جائے۔ قرآن حکیم میں یہ حکم دے کر تاریخی عمل کو جاری رکھا ہے۔

’پھر ہم نے تمہیں وحی بھیجی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔‘^۶

قرآن حکیم میں بار بار اطاعت و اتباع کی تاکید^۷ اس تاریخی عمل کو جاری رکھنے کیلئے کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ جو تقلید نہیں کرنا چاہتا وہ بھی تقلید پر مجبور ہے کسی کی نہ سہی اپنے ہی مولوی کی تقلید سہی۔ جس طرح مذہب سے انکار کرنے والا بھی اپنے خود ساختہ مذہب (ضابطہ حیات) پر چلتا ہے۔ بغیر راستے کے چلنا مشکل ہے۔ اسی لئے وہ حضرات جو تقلید کے مخالف ہیں وہ بھی تقلید پر مجبور ہیں۔

یہ ایک فطری اور معاشرتی ضرورہ ہے۔ اہل حدیث عالم نواب وحید الزماں (م۔ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۹ء) نے بجا فرمایا:

’ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ (م۔ ۷۲۸ھ / ۱۳۲۸ء)، ابن قیم (م۔ ۷۵۰ھ / ۱۳۵۰ء)، شوکانی (م۔ ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۴ء) اور شاہ ولی اللہ (۱۱۷۱ھ / ۱۷۶۲ء) اور مولوی اسماعیل صاحب (م۔ ۱۲۴۳ھ / ۱۸۳۱ء) کو دین کا ٹھیکیدار سمجھ رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف کسی قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑھ گئے اور برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی جو ان سے بہتر متاخر ہیں ان کی تقلید کی کیا ضرورت ہے؟‘^۸

نواب وحید الزماں کی بات بالکل صحیح ہے۔ تقلید کے بغیر چارہ نہیں یہ انسان کی فطری مجبوری ہے اور اس کی فطرت کا تقاضا ہے، ایسی باتوں کو ہزار روکنے کے باوجود بھی روکا نہیں جاسکتا۔ اور ہزار انکار کے باوجود بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔

۶۔ قرآن حکیم، سورہ نمل، آیت نمبر ۱۲۳

۷۔ قرآن حکیم، سورہ نساء: ۱۲۵۔ لہذا: ۴۔ اعراف: ۱۵۷۔ نساء: ۵۹

۸۔ محمد حلیم چشتی، حیات و وحید الزماں، کراچی، ص ۱۰۲

قرآن حکیم کتاب ہے مگر ائم الکتاب ہے۔ ساری کتابیں اس میں ہیں، سارے علوم اس میں ہیں، یہ سب کتابوں کی جان اور سب علوم کی روح ہے۔ اس میں سارے علوم ہیں،^۹ علوم و فنون کی عجب بہار ہے، اس کی ساخت ہی الگ ہے اس کا مزاج ہی اور ہے۔ قرآن حکیم کی پہچان بھی ہمیں حدیث کے واسطے سے ہوئی اس لئے قرآن حکیم کی پہچان کیلئے حدیث کا جاننا بھی ضروری ہوا۔ اس کے بغیر قرآن حکیم کی تفسیر ممکن نہیں۔ احادیث کا ایک عظیم ذخیرہ ہے۔ ان حدیثوں کو چھان پھٹک کر ان کا جوہر نکالنا، جوہری ہی کا کام ہے۔ اس ذخیرے کی چھان پھٹک انہیں کا کام ہے۔ جن کو اللہ نے فکر و ساور دل پینا دیا۔ ہر جوہر کیلئے جوہر شناس ضروری ہے۔ ہاں! انہی جوہریوں کا نام 'فقہاء و مجتہدین' ہے۔ یہ ملت اسلامیہ کے محسنین ہیں۔ قرآن حکیم اگر خود سمجھ میں آجاتا تو اس کیلئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسی حامل و عامل شخصیت کی ضرورت نہیں رہتی۔ سنت نام ہے قرآن کی عملی تفسیر کا، اس لئے سنت کو قرآن سے الگ نہیں کر سکتے۔ بقول حافظ ابن قیم (م ۷۵۱ھ / ۱۳۵۰ء) سنت ہی حکمت ہے جس کا قرآن میں بار بار ذکر کیا گیا ہے۔^{۱۰}

احادیث اگر خود سمجھ میں آسکتیں تو اس کیلئے مجتہدین و فقہاء کی ضرورت نہ رہتی۔ یہ جو کچھ ہوا یہ ایک فطری عمل تھا جو ہمارے آگے آیا اور تاریخ میں ثبت کر دیا گیا۔ قرآن کی گہرائیاں! اللہ اکبر۔۔۔ حدیث کی پہنائیاں! سبحان اللہ۔۔۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو امح الکلم ہیں،^{۱۱} کوزوں میں دریا بھر دیتے ہیں۔ ہمیں کیا آئے نظر، ہم کیا دیکھیں، ہم کیا سمجھیں؟ جدید تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ انسان نے اب تک اپنی دماغی قوت کا دس فی صد بھی استعمال نہیں کیا۔ پھر قرآن و حدیث سمجھنے کیلئے دماغ کہاں سے لائیں؟ ہم انگریزی جانتے ہوئے بھی کسی سائنسدان کی کتاب نہیں سمجھ سکتے۔ ہماری سمجھ کا تو یہ حال ہے قرآن تو پھر قرآن جس کے اسرار تہہ در تہہ ہیں۔ پردے اٹھاتے جائے جلوے نظر آتے جائیں گے۔

۹۔ قرآن حکیم، سورہ نحل: ۸۹۔ سورہ انعام: ۵۹

۱۰۔ ابن قیم، کتاب الروح، ص ۹۲

۱۱۔ البیان والتبيين، ج ۳ ص ۲۹

قرآن حکیم **شفاء لسانی الصدور** ہے۔^{۱۲} دلوں کے روگ کا علاج ہے۔ طبیب کے علاوہ لوں اس کتاب حکمت سے استفادہ کر سکتا ہے اور مریضوں کو دوا دے سکتا ہے۔ ہزاروں قسم کی جڑی بوٹیاں ہیں، ان کے خواص دریافت کرنا، مفردات کی الگ الگ نشاندہی کرنا، مرکب تیار کرنا، امراض کی تشخیص کیلئے دوا تجویز کرنا یہ سارے کام ماہرین اور حکیم و طبیب کے ہیں، جو طبیب نہ ہو اور حکیم و ڈاکٹر کو نہ مانے اور خود جڑی بوٹیوں کے خواص دریافت کرنے اور مرکبات تیار کرنے نکل پڑے اس کو معقول انسان نہیں کہہ سکتے۔ اللہ نے ہر کام کیلئے کام کرنے والے بنائے ہیں، اسکے کارخانے میں کون دخل اندازی کر سکتا ہے؟ قرآن وحدیث تو گلشنِ سدا بہار ہے، گل چیں گلستے بناتے ہیں اور سجانے والے اپنے ایوانوں کو سجاتے ہیں۔ کوئی ایسا معقول انسان نظر نہیں آتا کہ ان گلستوں کو چٹک دے اور گل چیں کی محنت کو خاک میں ملا دے۔

قرآن حکیم کے حروف پر نہ نقطے تھے نہ زبر زیر پیش۔ یہ سورتوں اور منزلوں میں تقسیم تھا۔ پھر جب اسلام عجم میں پھیلنا گیا، رفتہ رفتہ نقطے بھی لگائے گئے اور زیر زبر پیش بھی ڈالے گئے۔ تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا اور پاروں کو رکوع اور رُبع، نصف، ثلث میں تقسیم کیا گیا۔^{۱۳} اشاعتِ قرآن حکیم کا یہ ایک فطری تسلسل تھا جو جاری رہا، ہم اس کی رد نہیں کر سکتے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں تو ایسا نہ تھا۔ ہم بہتر سے بہتر تلاش میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا۔^{۱۴} اللہ اکبر! اس کا ظاہر بھی محفوظ رہا اور باطن بھی محفوظ رہا۔ یہ ایک عظیم معجزہ ہے۔ دنیا کی کوئی کتاب اس طرح محفوظ نہیں۔ اس کا یاد رہنا بھی معجزہ ہے۔ وحی نازل ہو گئی، یاد ہو گئی، اللہ اکبر! پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھ کر سنایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یاد ہو گیا۔ اللہ اکبر! یادوں کا یہ سلسلہ چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود قائم ہے اور قائم رہے گا۔ کوئی کتاب یاد نہیں ہوئی۔ ہاں قرآن یاد ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ قرآن حکیم، سورہ یونس، آیت نمبر ۷۵

۱۳۔ تفصیل کیلئے راقم کی کتاب آخری پیغام (مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸ء) کا مطالعہ کریں

۱۴۔ قرآن حکیم، سورہ حجر، آیت نمبر ۹

یہی نہیں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زبان مبارک سے قرآن حکیم کے علاوہ جو بات نکلی وہ بھی محفوظ ہو گئی۔ احادیث شریفہ بھی محفوظ ہو گئیں اور یہ جو بات مشہور کر دی گئی ہے کہ احادیث کو دو ڈھائی سو برس کے بعد جمع کیا گیا، صحیح نہیں۔ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احکام نبوت کتابت کرائے۔^{۱۵} عمرو بن حزم کو اسی قسم کی دستاویز ۱۰ھ / ۶۳۱ء میں عطا فرمائی۔^{۱۶} ایک اور دستاویز کتاب الصدقہ کتابت کرائی جس پر حضرت صدیق اکبر (م ۳۳ھ / ۶۳۴ء) اور حضرت عمر فاروق (م ۲۳ھ / ۶۴۳ء) رضی اللہ عنہما کا عمل رہا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مقیم پیرس) نے ایک کتاب الوثائق السياسية في العهد النبوی والخلافة الراشدة لکھی جو مصر سے شائع ہوئی۔ اس میں خاص عہد نبوی کی دو سو (۲۰۰) سے زیادہ دستاویزات ہیں پھر نئے ایڈیشن میں چالیس مزید معاہدوں کا اضافہ کیا۔

عہد نبوی سے ہی صحابہ کرام نے نئی طور پر احادیث کو جمع کرنا شروع کر دیا تھا، اُس جان جاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اداؤں کو محفوظ کرنے والے اس کی باتوں کو کیسے محفوظ نہ کرتے؟ سوچنے کی بات ہے کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے تو وہ اس کی ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے، یہ انسان کی فطرت ہے، پھر جس شان کا محبوب ہو گا حفاظت بھی اسی شان کی ہوگی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام علیہم ارضوان نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ جمع نہ فرمائیں ہوں؟ عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودات و ارشادات کی حفاظت کرنا اتنی عجیب بات نہیں جتنا یہ کہنا عجیب ہے کہ حفاظت نہیں کی گئی۔ یقیناً حفاظت کی گئی۔ احادیث نبویہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ جو عطا فرمائیں لے لو جس سے منع فرمائیں باز رہو۔^{۱۷} اس سے خود بخود احادیث کی اہمیت واضح ہو گئی۔ کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ بہت سے طلبہ اپنے استادوں کی تقریریں جمع کرتے ہیں پھر وہ استادوں کے نام سے شائع کر دی جاتی ہیں۔ جب طالب علم، استاد کی باتیں جمع کرتا ہے ہم اس کو تاریخ کا ایک حصہ تسلیم کرتے ہیں تو غور فرمائیں وہ صحابہ کرام جنہوں نے اپنا مال، اپنی اولاد، اپنی جان سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وارد کیے، آپ کی باتیں کیوں نہ محفوظ کرتے؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث شریفہ کا سرمایہ صحابہ کرام علیہم ارضوان کے ذاتی مجموعوں، یادداشتوں اور سینوں میں مسلسل محفوظ چلا آ رہا تھا، اس سرمایہ کو تابعین اور پھر تبع تابعین نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پوری پوری حفاظت فرمائی۔ یہ کہنا کہ احادیث شریفہ محض یادداشتوں سے دو تین سو برس کے بعد جمع کی گئیں تاریخ سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ تمام احادیث تحریری اور تقریری صورت میں محفوظ تھیں۔ شاید آپ کو تعجب ہو کہ یادداشتوں میں احادیث کیسے محفوظ رہیں۔ ہم صحابہ کی یادداشت کو اپنی یادداشت پر قیاس کرتے ہیں۔ ہر گز ایسا نہیں تھا۔ یہاں صرف ایک واقعہ نقل کروں گا جو آنکھیں کھولنے کیلئے کافی ہے۔

گورنر مکہ مروان بن الحکم (م ۶۵ھ - ۵/ ۶۸۳ء) نے ایک روز صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۵ھ - ۷/ ۶۶۱ء) کو بلایا اور پردے کے پیچھے ایک کاتب کو بٹھادیا۔ مروان نے آپ سے احادیث شریفہ دریافت کیں آپ بتاتے چلے گئے۔ پردے کے پیچھے کاتب لکھتا گیا۔ بہت سی حدیثیں جمع ہو گئیں۔ ایک سال بعد پھر بلایا اور وہی احادیث شریفہ دریافت کیں جو پچھلے سال دریافت کیں تھیں، کاتب کو پردے کے پیچھے بٹھادیا کہ تقابل کرتا جائے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گئی کہ ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا۔ ہو بہو وہی متن تھا جو پچھلے سال املا کر لیا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس آیت کریمہ پر کس شان سے عمل کیا کہ رسول جو عطا فرمائیں لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔^{۱۸}

اب ہم آگے چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے احادیث شریفہ کے عظیم سرمایہ کو تحریری طور پر کیسے محفوظ فرمایا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے احادیث کے مختلف مجموعہ جمع کئے۔ تحریری سرمایہ میں یہ صحائف قابل ذکر ہیں:-

صحیفہ صدیقی / صحیفہ علوی / صحیفہ سرہ^{۱۹} / صحیفہ صادقہ / صحیفہ صحیحہ^{۲۰} /

صحیفہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا، میرے پاس احادیث کے خزانے ہیں، میں نے تھوڑا سا نکالا ہے۔)

صحیفہ عبد اللہ بن عمر بن العاص قرشی (یہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے ارشادات لکھا کرتے تھے۔)^{۲۱}

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیاضیں / صحیفہ عمر بن حزم صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ / صحیفہ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیفہ سعد بن عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہ / عمرو بن امیہ الضمیری کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احادیث نبویہ کے بہت سے مجموعے دکھائے۔^{۲۲}

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۸۔ قرآن حکیم، سورہ حشر، آیت نمبر ۷

۱۹۔ یہ صحیفہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اجازت سے جمع فرمایا۔ (جامع البیان العلم، ج ۲ ص ۷۲)

۲۰۔ صحیفہ صحیحہ (ما قبل ۵۸ھ) یہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے شاگرد وہام بن منبہ بن کامل بن شیح اسمائی الصنعانی الانبائی کیلئے مرتب فرمایا جو صحیفہ وہام بن منبہ کے نام سے حیدر آباد دکن سے شائع ہوا، اس کا چوتھا ایڈیشن (مطبوعہ ۱۹۵۶ء) ہمارے سامنے ہے۔ یہ صحیفہ مشہور محقق ڈاکٹر حمید اللہ نے مرتب فرمایا اور پہلی بار مکتبہ نفاثہ ثانیہ، معظم شامی مارکیٹ، حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اس پر ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی معلومات افزا اور مفید مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ بعض مرتبین نے صحیفہ وہام کو اپنے مجموعوں میں محفوظ کیا مثلاً امام احمد بن حنبل نے بجنہ محفوظ کیا۔ دوسرے محدثین نے اس کی حدیثیں مختلف ابواب میں شامل کیں۔ امام بخاری نے یہ احادیث ۱۳۸ مقامات پر مختلف ابواب میں شامل فرمائیں۔

۲۱۔ جامع البیان العلم، ج ۲ ص ۷۲

۲۲۔ طبقات حنابلہ، ص ۳۲۵

یہ تو کئی احادیث کے مجموعوں کی باتیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صرف احادیث کو جمع ہی نہیں کیا بلکہ اس کے مفاہیم بھی ہم کو بتائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد قرآن کی مراد بتانے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی تھے۔ بلکہ نہ صرف مفاہیم ہی بتائے بلکہ فیصلے بھی فرمائے۔

غالباً سب سے پہلے امام مالک کے استاد ابن شہاب زہری نے عمر بن عبد العزیز (م ۱۰۱ھ / ۷۱۹ء) رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایماء پر سند کے ساتھ احادیث کو مدون فرمایا تھا۔ مسند ابی حنیفہ، کتاب الآثار ابو حنیفہ، مؤطا امام مالک احادیث صحیحہ کے مجموعے ہیں جن میں سترہ سو احادیث مضمون وار درج ہیں۔ پھر یہ انفرادی مجموعے ہیں:-

➤ کتاب السنن عبد المالك بن عبد العزيز بن جرير (م ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء)

➤ کتاب الفرائض ابن مقسم (م ۱۸۶ھ / ۸۰۲ء)

➤ کتاب السنن یحییٰ بن زکریا (م ۱۸۳ھ / ۸۰۰ء)

➤ کتاب السنن و کتب بن الجراح (م ۱۹۷ھ / ۸۱۲ء)

➤ کتاب السنن سعید بن ابی عروبہ (م ۱۵۶ھ / ۸۷۲ء)

➤ کتاب التفسیر بشم بن بشیر (م ۱۸۳ھ / ۷۹۹ء)

(تلمیذ امام ابو حنیفہ)

ان محدثین نے سیرت، تاریخ، فقہ، ادب و شعر وغیرہ پر بھی کتابیں لکھیں۔ یہ ایک طویل تاریخ ہے۔^{۳۳}

تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے پاس انفرادی طور پر احادیث کے کئی مجموعے محفوظ تھے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ پہلی صدی ہجری کی بات ہے۔ دوسری صدی میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الآثار کے نام سے احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا پھر اسی صدی میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۷۹ھ / ۷۹۵ء) نے مؤطا کے نام سے احادیث کا مجموعہ مرتب کیا اس کا بھی اوپر ذکر کیا گیا ہے پھر امام بخاری (م ۲۵۶ھ / ۸۵۰ء)، امام مسلم (م ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء)، ابن ماجہ (م ۲۴۳ھ / ۸۸۶ء)، امام نسائی (م ۳۰۳ھ / ۹۱۵ء)، امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ / ۲۴۱ء)، امام ترمذی (م ۲۷۹ھ / ۸۹۲ء) وغیرہ نے احادیث کے مجموعے مرتب کئے۔ تو تدوین و جمع احادیث کا سلسلہ عہد نبوی سے ہی شروع ہو چکا تھا اور دو صدیوں کے اندر اندر یہ سلسلہ کمال تک پہنچ چکا تھا۔ بقول ابن قیم حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے دو طرح کی تبلیغ کی گئی۔ الفاظ نبوت کی تبلیغ اور معانی کی تبلیغ۔^{۲۳} حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احکام نبوت کتابت کرائے۔^{۲۵} عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی کو ۱۰ھ میں اسی قسم کی دستاویز عطا فرمائی۔^{۲۶} یہ دستاویز چڑے پر تحریر تھی اس کو امام زہری نے بھی دیکھا تھا۔ اس کو چاروں اماموں نے تسلیم کیا۔ ایک اور دستاویز 'کتاب الصدقہ' کتابت کرائی جس پر حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا عمل رہا۔ ابو داؤد، ترمذی نے اس نوشتے کی حدیثیں نقل کی ہیں۔^{۲۷}

قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ **لاریب شک** کی جگہ نہیں۔ احادیث کے مجموعوں کی شان بھی یہ ہے کہ 'شک اور یقین' کو الگ الگ کر دیا گیا۔ یہ خوبی دنیا کی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم جھوٹ بولنے، جھوٹ لکھنے، جھوٹ سننے کے عادی ہو چکے ہیں اسی لئے احادیث کی سب سے بڑی خوبی کو سب سے بڑی خالی بنا کر پیش کرتے ہیں۔ عقل یہ کہتی ہے کہ جب شک و یقین الگ الگ کر دیا گیا تو یقین کو اپنا لیا جائے یہ نہیں کہ شک کی بنیاد پر یقین کو چھوڑ دیا جائے، یہ نادانی اور بے عقلی کہی جاسکتی ہے۔ ہم اخبار پڑھتے ہیں، ہم کو معلوم ہے کہ جھوٹ اس کے خیر میں ہے مگر پھر بھی چھوڑتے نہیں، پڑھے بغیر چین نہیں آتا جو دلیل احادیث کیلئے دیتے ہیں یہاں بھول جاتے ہیں۔ کہیں ہمارے دلوں میں روگ تو نہیں! کہیں ہم دشمنوں کی سازشوں کا شکار تو نہیں! جو حیلے بہانوں سے ہم سے ہماری دولت چھین رہے ہیں۔ احادیث کے بارے میں مشہور عالمی محقق ڈاکٹر حمید اللہ (مقیم بیس) کے تاثرات ملاحظہ فرمائیں:-

'یہ امر بڑا تاثر انگیز ہے کہ باوجود صدیوں کے فصل ہونے اور درمیان میں راویوں کی تسلسل کی تسلسل گزر جانے کے ان حدیثوں کا مفہوم تو کیا، کوئی نقطہ، کوئی شوشہ تک نہیں بدلتا۔ اس انسانی اختیار اور دیانت داری کے سامنے ادب سے سر جھکائے بغیر چارہ نہیں'۔^{۲۸}

۲۳۔ جامع البیان العلم، ج ۲ ص ۷۲ / ۲۵۔ مسند احمد، ص ۶۷۔ جامع البیان والعلم، ج ۱ ص ۷۱ / ۲۶۔ استیعاب، ج ۲ ص ۷۳

۲۷۔ محمد علی: امام اعظم اور علم حدیث، سیال کوٹ، ص ۹۱-۹۲، بحوالہ دار قطنی، ص ۲۰۹ / ۲۸۔ صحیفہ امام بن عبد، ص ۶۳

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے قضا کا سلیقہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھا، اُن سے تابعین نے سیکھا، ان سے تبع تابعین نے سیکھا۔ یہ سلیقہ نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا علمائے اُمت تک پہنچا۔ یہ ایک فطری عمل تھا جو جاری رہا۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اصحاب (مردوزن) ایک سو تیس (۱۳۰) سے اوپر نفوس قدسیہ تھے۔^{۲۹}

ابن حزم (م ۵۴۵ھ / ۳-۶۷۷ء) نے لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶۸ھ / ۶۸-۶۷۷ء) نے صرف فتاویٰ، ضخیم جلدوں میں جمع کئے جو ان کے دریائے فہامت کا ایک چٹّو تھا۔^{۳۰} یہ بیس جلدوں میں مرتب ہوئے۔^{۳۱} بقول شاہ ولی اللہ کثیر الفتاویٰ یہ چار ہیں، عمر، علی، عبد اللہ بن مسعود، عائشہ، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ بزرگ ترین عمر، علی، عبد اللہ بن مسعود، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔^{۳۲}

چاروں خلفاء کے فقہی اور شرعی فیصلوں پر مشتمل الگ الگ کتابیں شائع ہو گئی ہیں۔ ائمہ اربعہ کی کاوشوں پر اہم کام ہوئے ہیں۔ اسلامی حدود کے دائرے کی وسعت کے ساتھ ساتھ تحریری و تبلیغ کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریری احکام کے ساتھ صحابہ کو مفتوحہ ممالک میں بھیجا۔ مثلاً عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۲ھ / ۶۵۲ء) کو ایک صحابی کے ساتھ کوفہ روانہ کیا جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۵۰ھ / ۶۷۷ء) کا مستقر تھا۔ معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۹ھ / ۶۷۷ء)، عبد اللہ بن معقل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۸۸ھ / ۶۷۷ء)، عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۲ھ / ۶۷۷ء) کو بصرہ بھیجا، معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام روانہ کیا۔^{۳۳} فتوحات کے ساتھ ساتھ قسم قسم کے مسائل بھی پیدا ہوئے، صرف ایک عشرے کے اندر اندر کتنی فتوحات ہوئیں۔ ملاحظہ فرمائیں:-

- خالد بن ولید (م ۲۱ھ / ۶۳۲ء) اور ابو عبیدہ بن الجراح (م ۱۸ھ / ۶۳۹ء) رضی اللہ عنہما نے ۱۴ھ / ۶۳۵ء میں دمشق (شام) فتح کیا۔
- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۵ھ / ۶۷۷ء) نے نومبر ۱۴ھ / ۶۳۵ء میں لشکر کو شکست دے کر ایران فتح کیا۔
- ۱۵ھ / ۶۳۷ء میں بیت المقدس کے بطریق نے بیت المقدس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے کیا۔
- ۱۶ھ / ۶۳۷ء میں ایرانوں کا ساسانی پایہ تخت مدائن فتح ہوا۔ عراق بھی عربوں کے قبضے میں آ گیا۔
- ۱۷ھ / ۶۳۸ء میں کوفہ و بصرہ کی فوجی چھاؤنیاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے قائم ہوئیں۔
- ۲۰-۱۹ھ / ۶۳۰-۶۳۱ء میں عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۴۲ھ / ۶۷۳ء) نے مصر فتح کیا۔
- ۲۵-۲۴ھ / ۶۳۶-۶۳۷ء تک ایران کی فتح مکمل ہوئی۔

قرآن حکیم میں عالم اور غیر عامل کا فرق واضح کیا گیا ہے ^{۳۳} اور عالم و علماء کا بطور خاص ذکر کیا گیا ہے۔ ^{۳۵} پھر ان کے درجات بلند کرنے کا بھی ذکر ہے ^{۳۶} اور یہ بھی بتایا ہے کہ ہر علم والے پر ایک علم والا ہے۔ ^{۳۷} علم کے علاوہ قرآن حکیم میں حکمت کا بھی ذکر ملتا ہے اس کی شان ہی کچھ اور ہے۔ فرمایا، اللہ حکم دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی۔ ^{۳۸} معلوم ہوا کہ حکمت عنایت خاص ہے اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جن کے دلوں میں اللہ نے حکمت رکھی وہ جنتی ہیں۔ ^{۳۹} یہ بھی فرمایا، جس کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ رکھتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ ^{۴۰}

یہی حکمت سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اُتاری گئی ^{۴۱} اور اسی حکمت کی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خاص غلاموں کو تعلیم دی۔ ^{۴۲} یہ حکمت جب اپنی انتہا کو پہنچتی ہے ^{۴۳} تو ہنار نگ دکھاتی ہے اور سکہ جھاتی ہے۔ یہی حکمت والے وہ علم والے اور ذکر والے ہیں جن کیلئے ہدایت کی گئی ہے کہ جو تمہاری سمجھ میں نہ آئے وہ ذکر کرنے والوں سے پوچھو۔ ^{۴۴} ہاں یہی ذکر کرنے والے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اللہ کے محبوبوں کو یاد کرنے والے، اللہ کی کتاب پڑھنے والے، اللہ کے دن یاد کرنے والے، اللہ کے انعامات و احسانات ماننے والے ہیں۔ ہاں ہرگز ہرگز ان سے پیٹھ پھیر کر بے نیاز نہ ہونا، ان کے ہمیشہ نیاز مند رہنا۔ کیونکہ عقل و حکمت انہیں کے پاس ہے **وما یعقلہا الا العالمون** ^{۴۵} یعنی عقل اور حکمت و فقاہت علماء ربانین کے پاس ہے، سب کے پاس نہیں اس لئے حضور، انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ربانین، علماء، فقہاء بنو۔ ^{۴۶}

WWW.NAFSEISLAM.COM

۳۳ قرآن حکیم، سورہ قصص، آیت نمبر ۸۰۔ سورہ روم، آیت نمبر ۵۶۔ سورہ نبا، آیت نمبر ۶۰

۳۵ قرآن حکیم، سورہ عنکبوت، آیت نمبر ۳۳۔ سورہ شعراء، آیت نمبر ۱۹۔ سورہ فاطر، آیت نمبر ۲۸

۳۶ قرآن حکیم، سورہ مجادلہ، آیت نمبر ۱۱ / ۳۷ قرآن حکیم، سورہ یوسف، آیت نمبر ۷۶ / ۳۸ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۵۹

۳۹ مسند امام اعظم، لاہور، ص ۳۸ / ۴۰ بخاری شریف، ج ۱ ص ۲۴ / ۴۱ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۱۱۳

۴۲ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۵۱۔ قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۶۳۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲

۴۳ قرآن حکیم، سورہ قمر، آیت نمبر ۵ / ۴۴ قرآن حکیم، سورہ نمل، آیت نمبر ۴۳ / ۴۵ قرآن حکیم، سورہ عنکبوت، آیت نمبر ۴۳

۴۶ غرائب البیان، ص ۲۳۰ بحوالہ بخاری شریف

قرآن حکیم میں سوال کیا گیا، کیا جاننے والا اور نہ جاننے والا برابر ہے؟^{۴۷} یعنی قرآن و حدیث اور علم فقہ جاننے والا اور نہ جاننے والے۔ مجتہدین و محدثین ہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ رہنے کیلئے میں مامور ہوں۔^{۴۸} یہی پختہ علم والے ہیں۔^{۴۹} انہیں کیلئے فرمایا، اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔^{۵۰} یہ ذی اختیار لوگ، یہ پختہ علم والے، یہ حکمت والے وہی ہیں جن کی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعریف کی، جو حکیمانہ فیصلے کرے اور اس کی تعلیم دے اور اپنی طرف سے کوئی تکلف نہ کرے۔^{۵۱} حقیقت یہ ہے کہ حکام، علماء کے تابع ہوتے ہیں اس لئے قرآن حکیم میں جن اولی الامر کی اطاعت کیلئے کہا گیا ہے وہ علمائے حق ہیں۔^{۵۲} حکام تو حکم نافذ کرتے ہیں، حکم دینے والے علمائے حق ہوتے ہیں۔ ہاں انہیں کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا اور فرمایا وہی راسخون فی العلم ہیں، انہیں کیلئے فرمایا کہ تادیل و تفسیر آیات اللہ راسخون فی العلم جانے ہیں۔^{۵۳} اور راسخون فی العلم وہ ہیں جو علم سینہ یعنی علم نافع سے آراستہ و بجا آستہ ہیں۔ ہر کس و ناکس راسخون فی العلم نہیں ہاں صرف دماغ کافی نہیں یہاں دل کی بھی ضرورت ہے بلکہ دل ہی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے اور ہر ایک کی ابتدا و انتہا ہے۔ ہم تو وہ بھی نہیں جانتے جو ہمارے سامنے ہے اور کیا جانیں گے؟ اندر کا جاننا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ ہر کتاب کا باطن ہے اس کو جانے بغیر کتاب کا جاننا ممکن نہیں اس لئے انہیں کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے، ہم سے پہلے ہمارے امام ہیں جن کی ہم اقتداء کرتے ہیں اور بعد والے ہماری اقتداء کریں گے۔^{۵۴} اس حدیث کی رو سے فقہاء امام کہلائے اور ان کے پیچھے چلنے والے ان کے مقلد کہلائے۔ یہ ایک فطری عمل ہے جس کی طرف حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی سمجھ رکھنے والے اور قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے والے اور ہی ہیں۔^{۵۵} ہر کس و ناکس کا نہ یہ فریضہ ہے اور نہ یہ کام قرآن و حدیث سے فقہی احکام تلاش کرتا پھرے۔ تلاش کرنے والے ہی اور ہیں۔ تائید الہی جن کے شامل حال ہے۔^{۵۶} جو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔^{۵۷} وہی کہتے ہیں جو حق ہے۔ جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان ہیں۔ ہم کیا اور ہمارا علم کیا؟ ہم تو عربی بھی نہیں جانتے۔ ہم تو علوم قرآن و حدیث سے بھی واقف نہیں۔ ماشاء اللہ باتیں بہت کرتے ہیں۔

۴۷۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۹ / ۴۸۔ مسند امام اعظم، لاہور، ص ۳۷ / ۴۹۔ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۶۲

۵۰۔ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۸۳ / ۵۱۔ بخاری شریف، ج ۳، لاہور، باب نمبر ۱۲۱۶، ص ۸۶

۵۲۔ قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۷۔ سورہ نساء، آیت نمبر ۱۶۲ / ۵۳۔ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۵۹

۵۴۔ بخاری شریف، ج ۳، لاہور، باب نمبر ۱۲۰۵، ص ۸۳۸ / ۵۵۔ قرآن حکیم، سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۲۳۔ سورہ نساء، آیت نمبر ۸۳

۵۶۔ قرآن حکیم، سورہ عنکبوت، آیت نمبر ۶۹ / ۵۷۔ قرآن حکیم، سورہ مائدہ، آیت نمبر ۵۴

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث سے مسائل نکالنے والے مجتہدین فقہاء کو ایک لطیف تمثیل سے سمجھایا ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۴ھ / ۶۶۳ء) فرماتے ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ہدایت اور دین اللہ سبحانہ نے مجھ دے کر بھیجا ہے اس کی مثال بارش کی سی ہے جو زمین پر پڑی۔ زمین کے حصے نے جو بہت عمدہ تھا خوب پانی پیا گھاس اور سبزہ اچھا اُگایا اور ایک حصہ جو بنجر تھا اس نے پانی کو سمیٹ لیا، اس کے ذریعے اللہ سبحانہ نے دوسروں کو فائدہ پہنچایا۔ خود پانی پیا دوسروں کو پلایا لیکن زمین کا ایک حصہ جو چٹیل تھا اس نے نہ پانی روکا نہ گھاس اُگایا۔ یہی مثال اس شخص کی ہے جس نے اللہ سبحانہ کے دین میں تقفہ کیا اور اللہ سبحانہ نے اسے دین سے فائدہ دیا اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔^{۵۸}

۵۸۔ بخاری شریف، ج ۱ ص ۵۰ (محمد علی ۵۰)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، پھر ہم نے تم پر وحی بھیجی کہ دین ابراہیمی کی پیروی کرو جو ہر باطل سے الگ تھا اور مشرک نہ تھا۔^{۵۹} دین ابراہیمی ہی دین اسلام ہے جو روزِ اوّل سے چلا آ رہا ہے جس کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک اللہ کے نزدیک دین تو اسلام ہی ہے۔^{۶۰} یہود و نصاریٰ نے الگ الگ راہیں نکالیں اور لوگوں کو دعوت دی۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور کتابی بولے یہودی و نصاریٰ ہو جاؤ، راہ پاؤ گے۔ تم فرماؤ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں اور وہ ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔^{۶۱} اللہ کے نزدیک یہودیت اور نصرانیت کی کوئی حقیقت نہیں، صرف مسلمان ایک حقیقت ہے یہی وہ نام ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رکھا ہے۔^{۶۲} ان آیات سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقلید شخصی فرض ہے، ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ نہ کہا جاتا۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے قوی یا علمی و عملی آثار کو ماننا نہیں چاہئے کیونکہ وہ ایک تاریخی عمل کا حصہ ہیں۔ دین اسلام حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا ہے۔ جو امین نورِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ ہر نبی اور رسول نے یہی پیش کیا، پھر یہ دین برساہر برس ارتقائی منزلیں طے کرتا ہوا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکمل ہوا اور اعلان کر دیا گیا: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں۔^{۶۳}

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تخلیق کائنات کا نقطہ آغاز ہیں۔^{۶۴} آپ خلقت میں اوّل ہیں بعثت میں آخر۔ اسلام کے نقطہ آغاز بھی نقطہ انجام بھی۔ اسلام کے سفر کی ابتداء بھی اور اسلام کے سفر کی انتہا بھی۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! قرآن حکیم میں حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دین ابراہیمی کی پیروی کیلئے کہا گیا ہے۔^{۶۵} حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کی کیا ضرورت تھی مگر بتایا یہ جارہا ہے کہ تاریخی عمل کو جاری رہنا چاہئے۔ صحابہ کرام علیہم السلام نے حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تقلید کی، جو مسئلہ سامنے آتا، آپ ہی سے دریافت کرتے جس کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔^{۶۶} حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابہ نے کبار صحابہ سے پوچھا، اس طرح ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کبار صحابہ کے مقلد ہوئے حالانکہ سب ہی نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا تھا اور سب ہی نے باتیں سنی تھیں، مگر دین کی سمجھ کچھ اور ہی چیز ہے جس نے کبار صحابہ کو ممتاز کر دیا پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تقلید ان حضرات نے کی جنہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی اور

۵۹۔ قرآن حکیم، سورہ نحل، آیت نمبر ۲۳ / ۶۰۔ قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۹ / ۶۱۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۳۵

۶۲۔ قرآن حکیم، سورہ حج، آیت نمبر ۲۸ / ۶۳۔ قرآن حکیم، سورہ مائدہ، آیت نمبر ۳

۶۴۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص ۲۸۹۔ مواہب اللدنیہ، ج ۱ ص ۵۵۔ زرقاتی، ج ۱ ص ۳۶ (بحوالہ مصنف عبدالرزاق)

۶۵۔ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۱۲۵ / ۶۶۔ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۱۲۷، ۱۲۸

جن کو ہم تابعین کہتے ہیں، پھر تابعین کی تقلید ان حضرات نے کی جنہوں نے صحابہ کرام کی زیارت نہیں کی جنہیں ہم تبع تابعین کہتے ہیں۔ صدیوں کانوں اور پھر تابعین کی تقلید ان حضرات نے کی جنہوں نے صحابہ کرام کی زیارت نہیں کی جنہیں ہم تبع تابعین کہتے ہیں۔ صدیوں کانوں اور زبانوں کے ذریعے علم پھیلا۔ کاغذ و قلم کیاب تھے۔ لکھنے والے بہت قلیل۔ عام طور پر کتابیں میسر نہ تھیں۔ جو کتاب لینا چاہتا کتاب نقل کرنے کیلئے کاجوں کو کتب خانوں میں مہینوں بٹھاتا تب کہیں جاکر ایک کتاب میسر آتی۔ کتابوں کی فراوانی کے اس دور میں ہم ماضی کی ان مشکلات کا تصور تک نہیں کر سکتے۔ جب صورت ایسی جاگل تھی تو مسلمانان عالم، محدثین و فقہاء سے بے نیازی کا تصور تک نہیں کر سکتے تھے۔ چودہ صدیوں تک تقلید سے چھٹکارا پانے کی بات نہ ہوئی۔ آزادی کا زمانہ بیت گیا۔ غلامی کا زمانہ آگیا۔ ہر گوشے سے باتیں بنانے والے نکل پڑے۔ جو ان جو پہلے ہی حیران و پریشان تھے، وہ ایسی باتیں سن کر اور حیران ہو رہے ہیں جو کبھی نہ سنی تھیں۔ اقبال نے سچ کہا ۔

کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

بلاشبہ تقلید ایک تاریخی عمل تھا جو جاری رہا اور اسی تسلسل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ ^{۶۷} جن کا پورا ذکر کیا گیا جن کو ہم ائمہ اربعہ کہتے ہیں وہ انہیں مبارک زمانوں میں ہوئے اکثر لوگوں کو اس کا علم تک نہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ^{۶۸} زمانہ تابعین میں پیدا ہوئے اور اسی زمانے میں انتقال فرمایا گیا 'خیر القرون' میں پیدا ہوئے اور خیر القرون میں انتقال فرمایا جس مبارک زمانے کی دوسرے زمانوں سے برتری کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بشارت دی۔ حضرت امام مالکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ^{۶۹} زمانہ تابعین میں پیدا ہوئے اور زمانہ تابعین میں انتقال فرمایا۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ^{۷۰} اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ^{۷۱} زمانہ تابعین میں پیدا ہوئے اور زمانہ تبع تابعین میں انتقال فرمایا۔ غور کریں گے تو معلوم ہو گا کہ چاروں کے چاروں امام جن کے مقلدین سارے عالم میں ہوئے ہیں اور سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کہلاتے ہیں 'خیر القرون' میں پیدا ہوئے اور خیر القرون میں زندگی بسر کی جس کی بہتری اور برتری کی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضمانت دی، ان چاروں مذاہب ^{۷۲} (سلاسل فکر اسلامی) کا آخذ وہی ہے جو عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عہد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تھا۔ یعنی قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ انسان خود سوچ سکتا ہے کہ خیر القرون کی شخصیات واجب الطاعت ہیں یا 'شر القرون' کی شخصیات؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا، وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود دیکھا اور سنا ہے ہم کو کسی تقلید کی ضرورت نہیں مگر ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا بلکہ فقہاء اور کبار صحابہ کی تقلید کی کیوں کہ قرآن کا یہی حکم تھا ^{۷۳} تو تقلید سنت رسول بھی ہے اور سنت صحابہ بھی، سنت تابعین بھی، تبع تابعین بھی، سنت صلحاء امت بھی۔

یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ یہ تقلید کوئی نئی چیز نہیں بلکہ تقلید نہ کرنا نئی چیز ہے اور سنتِ رسول اور سنتِ صحابہ کے خلاف ہے۔ جو تقلید سے دور کرتا ہے، جو ہم کو ہمارے ماضی سے دور کرتا ہے اور جو ماضی سے دور کر کے حال کے اندھیریوں میں گم کرتا ہے وہ محسن نہیں ہو سکتا۔ ذرا غور فرمائی! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآن پڑھ کر سنایا، قرآن پڑھنا سکھایا، ان کے دل پاک کئے اور ان کو حکمت سکھائی۔^{۴۴} بعد میں آنے والوں نے یہ ذمہ داریاں ایک ایک کر کے سنبھالیں۔ حفاظ و قراء نے قرآن پڑھنا سکھایا، اولیاء و صلحاء نے دلوں کو پاک کیا، علماء و فقہاء نے علم و حکمت سکھائی اور اس عملی تسلسل کو باقی رکھا جس کا آغاز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔ ہم ان کو چھوڑ کر ان کا دامن کیوں پکڑیں جو یقین تک پہنچنے کے بعد پھر شک کی راہ پر چلانا چاہتے ہیں، جو عہدِ نبوی سے شروع ہونے والے نظری و عملی تسلسل کو مٹانے پر آمادہ ہیں۔

(بقیہ حوالہ جات)

۶۷۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب المناقب، باب مناقب صحابہ، حدیث نمبر ۴

۶۸۔ کتاب کا پانچواں باب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے حالات اور دینی خدمات کیلئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ تفصیلی حالات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ مسعودۃ

۶۹۔ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پر دادا ابو عامر مشرف یا اسلام ہو کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ غزوہ بدر کے سوا اتمام غزوات میں شریک رہے۔ آپ کے دادا ابو انس مالک بن ابی عامر کبار تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ مشہور قول کے مطابق آپ کی ولادت (م ۹۳ھ / ۱۱۱ء) میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ ابن شہاب زہری، امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ آپ کے اساتذہ میں تھے۔ ساری زندگی مدینہ طیبہ میں گزاری، آپ نے اتنی سال کی عمر میں ۹۷ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ آپ نے عباسی خلیفہ منصور (م ۱۳۶ھ تا ۱۵۸ھ) کی فرمائش پر دس ہزار احادیث کا بہترین انتخاب الموطا مدون فرمایا جو خلیفہ المہدی (م ۱۵۸ھ / ۱۶۹ء) کے زمانے میں متداول تھی۔ آپ حدیث کے امام تھے اور رجال میں سند تھے۔ آپ کی فقہ مندرجہ ذیل علاقوں میں پھیلی: مدینہ طیبہ، مشرق اولیٰ، بصرہ، مشرق اقصیٰ، مصر، شامی افریضہ اور اندلس میں مغرب اقصیٰ، سوڈان، بحرین، کویت، مراکش وغیرہ۔ مختلف ممالک میں مالکیہ کی تعداد چار کروڑ ہے۔ (دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۱۸، ص ۷۲، ۷۳ طبع)

۷۰۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ (م ۲۰۳ھ / ۸۱۹ء) کی ولادت (م ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء) میں غزوہ (قلمطین) میں عقتلان میں ہوئی، بچپن میں یتیم ہو گئے۔ دس سال کی عمر میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الموطا یاد کر لی تھی۔ پندرہ برس کی عمر میں فتوے کی اجازت مل گئی۔ تیرہ برس کی عمر میں حصول علم کیلئے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، ان سے موطا پڑھتے رہے۔ امام مالک کے انتقال کے بعد مسلم بن خالد الزنجی (م ۱۸۰ھ / ۷۹۶ء) سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء) اور علمائے حدیث سے حدیث و فقہ کی تحصیل کی۔ بعد میں امام محمد بن حسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ / ۸۰۳ء) جیسے نامور فقیہ اور محدث کے گہرے مراسم ہو گئے جن کی کتابیں انہوں نے اپنے لئے نقل کیں۔ آپ نے مکہ مکرمہ، بغداد، مصر وغیرہ میں اپنے علم کی اشاعت کی۔ آپ کی علمی سرگرمیوں کے بڑے مراکز بغداد اور قاہرہ تھے۔ آپ نے (م ۲۰۳ھ / ۸۲۰ء) میں وفات پائی۔ آپ نے اپنی کتاب الرسالہ میں اصول و طریقہ استدلال فقہ کی تحقیق کی۔ آپ کو اصول فقہ کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کیلئے فرمایا: اس قرشی نوجوان سے زیادہ کتاب اللہ کا فقیہ میری نظر میں آج تک کوئی نہیں گزرا۔

آپ کے بیشتر رسائل 'کتاب الام' میں جمع کر دیئے گئے ہیں جو سات جلدوں میں (م ۱۳۲ھ تا ۱۳۲ھ) قاہرہ سے شائع ہوئی۔ دوسری کتاب 'الرسالہ' کا ولندیزی ترجمہ ۱۹۳۴ء میں مختصر آپش کیا گیا پھر ۱۹۶۱ء میں مجید الزوری نے مقدمہ کے ساتھ انگریزی زبان میں ترجمہ شائع کیا۔ ۱۹۶۸ء میں محمد احمد علی نے اس کا اردو ترجمہ کر اپنی سے شائع کیا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ کے تلامذہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ (دائرۃ المعارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۱۱ ص ۵۷۶ صفحہ)

۷۱۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۲۴۱ھ / ۸۵۰ء) میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ یہاں حدیث، فقہ اور علم لغت کی تحصیل کی پھر (م ۲۹۱ھ / ۹۰۵ء) علم حدیث کیلئے وقف کر دیا اور اس کیلئے حجاز، عراق، یمن، شام وغیرہ کا سفر کیا۔ (م ۱۸۳ھ / ۷۹۸ء) میں کوفہ میں گئے مگر زیادہ تر بصرہ میں رہے۔ کئی حج کئے۔ مدینہ طیبہ کی مجاورہ سے مشرف ہوئے۔ بغداد میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد قاضی ابویوسف (م ۱۸۲ھ / ۷۹۸ء) کے درس میں شریک ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں محدث کبیر سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء) بھی شامل ہیں۔ آپ درس و تدریس میں مشغول رہے۔ (م ۲۹۱ھ / ۸۵۵ء) میں ۷۵ سال کی عمر میں وفات پائی، بغداد میں مدفون ہوئے۔ امام احمد بن حنبل مجتہد وقت تھے۔ نہ آپ صرف محدث ہیں اور نہ صرف فقیہ، ایسے محدث ہیں جس نے اپنے فقہ کی بنیاد احادیث پر رکھی۔

ایک خاص بات قابل توجہ ہے جس پر سعودی عرب کے حنبلی عقیدہ رکھنے والے عمل پیرا نہیں۔ تلفظ قرآن کے بارے میں حنبلی عقیدہ یہ ہے، جب لوگ قرآن پاک کی تلاوت یا اوراق کی کتابت کرتے ہیں تو قرآن ہر حالت میں حقیقت میں کلام الہی رہتا ہے کیونکہ کلام اور حقیقت اسی ذات کی طرف منسوب ہو سکتا ہے جس نے اسے وضع کیا ہے نہ اس شخص کی طرف جس نے اسے محض پہنچایا ہو یا یاد کیا ہو۔

فان الکلام نصاب الی من قالہ مبتدعا لا من قالہ مبلغا مودیا (الواسطیہ، قاہرہ، ۱۳۶۰ھ، ص ۲۱-۲۲، صفحہ)

(دائرۃ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ج ۲ ص ۶۱۱ صفحہ)

آل سعود کا مذہب حنبلی ہے پھر نہ جانے وہ کیوں قرآن کے معنی کو سمجھتے ہیں، الفاظ کو قرآن نہیں سمجھتے اور اس کی تعظیم و تکریم نہیں کرتے جبکہ ابتداء اسلام سے اس کی تعظیم و تکریم ہوتی چلی آئی ہے۔ قرآن حکیم کی تعظیم و تکریم نہ کرنا ہر مسلمان کیلئے نہایت افسوسناک اور توشیہناک ہے۔ مسعود

۷۲۔ یہاں 'مذہب' سے مراد طرز تحقیق و طرز فکر ہے۔ دین نہیں، دین تو اسلام ہی ہے۔

۷۳۔ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۱۲۵ / ۷۴۔ قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۶۳۔ سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان (یازوعلی) ^{۴۵} فارس سے تعلق رکھتے تھے اور ایک روایت کے مطابق شاہان فارس کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پردادا فارس سے ہجرت کر کے کوفہ میں آباد ہوئے جو دریائے فرات کے کنارے آباد ہے اور جو ۷۱ھ / ۶۳۸ء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ^{۴۶} کے حکم پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آباد کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ دور بین نے وہ کچھ دیکھ لیا تھا جو دوسرے نہ دیکھ سکے۔ آپ نے کوفہ کو ان القاب سے نوازا:-

کنز الایمان (ایمان کا خزانہ) ^{۴۷} / رأس الاسلام (اسلام کا سر تاج) / رأس العرب (عرب کا تاج)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھ لیا تھا کہ یہ شہر مستقبل میں صحابہ و تابعین، تبع تابعین و محدثین کا ایک عظیم مرکز بنے گا۔ ۷۱ھ / ۶۳۸ء میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ چالیس ہزار نفوس کے ساتھ مدائن چھوڑ کر کوفہ میں آباد ہوئے۔ اس طرح کوفہ کی پہلی آبادی صحابہ و تابعین پر مشتمل تھی۔ حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عمار یا سر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ یہاں رہے۔ ^{۴۸} بقول ابن سعد ایک ہزار پچاس صحابہ، ۲۴ بدری صحابہ کوفہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ^{۴۹} ۷۲ھ / ۶۴۰ء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، علم سے بھرا ہوا برتن ہے ^{۵۰} ان کے دم سے کوفہ علم و حدیث کا مرکز تھا۔ ابن تیمیہ نے کچھ کہا، مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام پانچ شہر ایسے ہیں جن سے علوم نبوی یعنی ایمانی، قرآنی، شرعی علوم نکلے۔ ^{۵۱}

یا قوت حموی نے سفیان بن عیینہ (م ۱۹۸ھ / ۸۱۳ء) سے نقل کیا کہ قرأت مدینہ والوں سے، حرام و حلال کی باتیں کوفہ والوں سے ^{۵۲} (سیکی جائیں)۔ الغرض کوفہ اپنی جلالت و عظمت کے لحاظ سے تاریخ اسلام میں نہایت ممتاز ہے۔ یہیں ۸۰ھ / ۶۹۹ء میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دار الخلافہ بنا، عجم و عرب کا سنگم تھا اور علم و دانش کا عظیم مرکز۔

۵۔ تفصیلی حالات کیلئے مطالعہ کریں: الطبقات الکبریٰ، ۶ ص ۶۸۔ تاریخ بغداد، ج ۳ ص ۳۲۳۔ المیزان، ج ۴ ص ۲۶۵۔ التہذیب، ج ۱ ص ۳۴۹۔ تاریخ ابن عسکین، ج ۲ ص ۶۰۔ التقریب، ج ۲ ص ۳۰۳۔ الفہرست، ج ۳ ص ۲۸۵۔ سیر اعلام النبلاء، ج ۶ ص ۲۰۳۔ ۳۹۰۔
۶۔ محمد علی: امام اعظم اور علم حدیث، سیالکوٹ، ص ۱۳۶ / ۷۷۔ محمد علی صدیقی: امام اعظم اور علم الحدیث، لاہور ۱۹۸۱ء
۸۔ الاعلان بالترغیب، ص ۹۲ / ۷۹۔ طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۴ / ۸۰۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۴ / ۸۱۔ منہاج السنۃ، ج ۴ ص ۱۴۲
۱۲۔ مجمع البلدان، ج ۲ ص ۶۴

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اسماعیل بن حماد (۱۲ھ / ۸۲ء) کے مطابق آپ کے دادا نعمان بن مرزبان اہل فارس سے تھے۔^{۸۳} آپ کے دادا کا نام نعمان تھا غالباً لقب زوطی تھا شاید اس لئے کہ آپ کے خاندان کا تعلق ہندوستان کے ایک قبیلے جاٹ سے تھا۔ امام ابو حنیفہ کا نام بھی دادا پر نعمان رکھا جو گل لالہ پھول کی ایک قسم ہے جس کا رنگ سرخ ہوتا ہے، خوشبو نہایت روح پرور و دل آویز، آغازِ بہار میں پہاڑ کے دامن میں اپنی بہار دکھاتا ہے۔^{۸۴} امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے بہارِ ازل میں پیدا ہوئے اور اپنی خوشبو سے سارے علم کو معطر کر دیا۔ اگر نعمان نعمت سے بنا ہے تو آپ کی ذات مسلمانوں کیلئے اللہ کی بڑی نعمت ہے۔^{۸۵}

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے اچھے لوگ میرے زمانے کے پھر دوسرے پھر تیسرے زمانے کے۔^{۸۶} دورِ ازل ۱۰ھ تک رہا اس دور میں امام ابو حنیفہ پیدا ہوئے۔ آخری صحابی کے وصال کے وقت ایک روایت کے مطابق آپ کی عمر ۳۰ سال تھی دوسری روایت کے مطابق ۵۱ سال یعنی آپ کی ولادت دورِ ازل میں ہوئی اور وصال دورِ ثانی میں۔ خیر القرون آپ کی زندگی کا زمانہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسے مسلمان کو آگ نہ لگے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔^{۸۷} ایک حدیث میں اس طرح فرمایا کہ صحابہ و تابعین کی برکت سے لشکروں کو فتح ہوگی۔^{۸۸}

کوفہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا آپ کے والد ثابت کو بچپن میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خدمت میں لے گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فروطی کے خاندان اور ثابت کو دعاؤں سے نوازا۔^{۸۹} انہیں کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو امام ابو حنیفہ جیسا جلیل القدر فرزند عطا فرمایا۔ امام ابو حنیفہ کے دادا زوطی کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خوشگوار تعلقات تھے ایک مرتبہ جشنِ نوروز کے موقع پر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی خدمت میں قالودہ پیش کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا:

تَوَدُّوْنَا كُنْ يَوْمَ

ہمارا نوروز یعنی عید تو ہر دن ہے۔

۸۳۔ عتود الجمان فی المناقب الامام اعظم ابو حنیفہ النعمان، ج ۱ ص ۱۳۶

۸۴۔ زید ابو الحسن فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم، لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۵۷

۸۵۔ اوجز المساک، ج ۱ ص ۶۰ / ۸۶۔ مسلم شریف، ج ۲ ص ۳۱۰ / ۸۷۔ ترمذی شریف، ص ۲۳۸

۸۸۔ مسلم شریف، ج ۲ ص ۳۲۳ / ۸۹۔ تاریخ بغداد، مصر ۱۹۳۱ء، ج ۱ ص ۳۲۶

۹۰۔ محمد علی: امام اعظم اور علم حدیث، سیالکوٹ، ص ۱۳۶، بحوالہ الخیر الحسن والجوہر رضیہ، ج ۲ ص ۴۵۴

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے جبکہ عبد الملک بن مروان (م ۸۶ھ / ۷۰۹ء) کی حکومت تھی جس کی حکومت کا دائرہ مشرق و مغرب میں اور جنوب و شمال میں حجاز، عراق سے لے کر شام، ایشیاء کوچک، ترکستان، ایران، افغانستان، پاکستان میں شہر ملتان تک پھیلا ہوا تھا۔ ولید کا دور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نو عمری یا جوانی کا دور تھا اور حجاج بن یوسف (م ۹۵ھ / ۳-۱۳۳ء) عراق کا گورنر تھا۔ ماہ شوال جمعۃ المبارک ۱۵۰ھ میں آپ نے کوفہ ہی میں وفات پائی جبکہ خلیفہ منصور کی حکومت تھی۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حکیم قرأت عاصم کے مطابق حفظ کیا۔ ۸۶ھ - ۸۸ھ اور ۸۸ھ - ۸۹ھ میں نحو و ادب و شاعری میں مہارت پیدا کی۔ علوم عقلیہ میں اتنا نام پیدا کر لیا کہ آپ کی انگلیاں اٹھنے لگیں۔^{۹۱} ۹۵ھ - ۹۸ھ میں مناظرے میں بھی مہارت پیدا کی۔ ۹۹ھ - ۱۰۳ھ مذکورہ حدیث کے حلقوں میں شرکت کی۔ ۱۰۴ھ - ۱۲۰ھ میں استباط و استخراج مسائل کیلئے حماد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

خلیفہ ابو جعفر منصور (م ۱۵۸ھ / ۷۷۴ء) کے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا، میں نے فاروقی اعظم، علی مرتضیٰ، عبد اللہ ابن عباس اور عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا علم حاصل کیا ہے۔^{۹۲}

طلب علم میں مصروف ہوئے تو اتنا علم حاصل کیا کہ جتنا ان کو حاصل ہوا ان کے عہد میں کوئی حاصل نہ کر سکا۔^{۹۳} امام ابو حنیفہ کے اساتذہ میں صحابہ اور اکابر تابعین تھے۔ صحابہ میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن حارث، حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ۔ امام ابو حنیفہ نے حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مستفیدین سے ۹۶ھ اور اس کے بعد فیض حاصل کیا۔^{۹۴} تابعین میں محدث کبیر امام شعبی (م ۱۰۴ھ / ۲۲۲ء) سے فیض حاصل کیا جنہوں نے ۵۰۰ صحابہ کی زیارت فرمائی۔^{۹۵} علم حدیث میں حجاز و عراق میں ان کا ثانی نہ تھا۔ ان کے اس قول سے فقیہ و محدث کا فرق واضح نظر آتا ہے۔ ہم فقہاء نہیں ہیں ہم تو احادیث سن کر فقہاء کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔^{۹۶}

امام ابو حنیفہ کے اساتذہ میں امام حماد بن سلیمان (م ۱۲۰ھ / ۷۳۷ء) صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد تھے۔ امام ابو حنیفہ کی اپنی چار ہزار مرویات میں صرف دو ہزار مرویات امام حماد سے تھیں۔ ابو محمد عبد اللہ بن حسن بن حسن (م ۱۲۵ھ / ۷۶۲ء) بھی اساتذہ میں سے تھے۔^{۹۷} امام کے سارے اساتذہ کا تعلق 'خیر القرون' سے ہے۔ مخصوص اساتذہ کی تعداد ۷۴ ہے، ویسے بہت ہی زیادہ ہے بقول ملا علی قاری (م ۳۲۲ھ / ۱۱۳۱ء) چار ہزار لگ بھگ ہے۔^{۹۸}

۹۱- مناقب کردری، ص ۶۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳ ص ۲۳۲ / ۹۲- محمد علی صدیقی: امام اعظم اور علم حدیث، ص ۱۰، بحوالہ تاریخ بغداد

۹۳- کتاب الانساب، ص ۱۵۶ / ۹۴- اشارات المرآ، ص ۲۰۔ زہرہ، ص ۲۵ / ۹۵- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۷۹

۹۶- تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۷۹ / ۹۷- ابو زہرہ، حیات حضرت امام ابو حنیفہ، ص ۱۷۰ / ۹۸- شرح مسند احمد، ص ۲۰

چونکہ امام حماد (م ۲۷۱ھ / ۹۰-۹۱ء) نے امام ابو حنیفہ کے ذہن میں یہ بات بشاری تھی کہ فقہ کی مجتہدانہ تحقیق حدیث کی تکمیل کے بغیر ممکن نہیں اس لئے امام ابو حنیفہ نے سعی و اہتمام کے ساتھ حدیث کی تکمیل کی اور ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا۔ خود فرماتے ہیں، میرے پاس حدیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں مگر میں نے ان میں سے تھوڑی سی حدیثیں نکالی ہیں جن سے لوگ نفع اندوز ہوں۔^{۹۹} وہ جو حدیث پیش کرتے ہیں بقول امام بخاری کے استاد علی بن جعد جو ہری کے۔۔۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی حدیث پیش کرتے ہیں تو موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔^{۱۰۰}
امام ابو حنیفہ علم حدیث کے ماہر تھے اور مجتہد وقت تھے۔ بقول شاطبی (م ۹۰۷ھ / ۱۳۸۸ء) اجتہاد صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو دو خوبیوں سے متصف ہو۔

(۱) ایک یہ کہ پوری شریعت کے مقاصد کو سمجھتا ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ مسائل نکالنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔^{۱۰۱}
امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ قدرت درجہ کمال تک پہنچی ہوئی تھی اور یہ سلیقہ انہوں نے حدیث ہی سے سیکھا تھا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیاس اور رائے کا سلیقہ سکھایا۔

ایک شخص نے عرض کیا کہ بہن نے حج کی نذر مانی تھی وہ مر گئی، آیا اس کی طرف سے حج کرایا جائے یا نہیں؟ فرمایا اگر اس پر قرض ہوتا تو ادا کر دیتا یا نہیں؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو ادا کر۔ خدا کا حق زیادہ ہے۔^{۱۰۲} آپ نے فوراً حکم صادر نہ فرمایا، بلکہ قیاس کا سلیقہ بتا کر حکم صادر فرمایا۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے نوے ہزار سے زیادہ مسائل مدون فرمائے۔^{۱۰۳}

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل صدق میں سے تھے اور ان پر کبھی جھوٹ کا الزام نہیں لگایا گیا۔^{۱۰۴}
جب دنیوی امور میں جھوٹ کا الزام نہیں لگایا گیا تو دینی امور میں جھوٹ کا وقوع عقل سلیم سے بہت بعید ہے۔

۹۹۔ مناقب الموفق، ج ۲ ص ۹۵ / ۱۰۰۔ جامع المسانید، ج ۲ ص ۳۰۸ / ۱۰۱۔ شاطبی، الموافقات، ج ۱ ص ۲۳

۱۰۲۔ منصور علی، فتح المتین، گوجرانوالہ، ص ۲۸، بحوالہ بخاری و مسلم / ۱۰۳۔ دائرہ معارف اسلامیہ

۱۰۴۔ کتاب الاستغناء، ص ۵۷۳

امام ابو حنیفہ نے مدینہ منورہ میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۱۳ھ / ۷۲۲ء) کی زیارت کی۔ انہوں نے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا، ایک مدت آپ کی خدمت میں حاضر رہے، آپ کے صاحبزادے حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۴۸ھ / ۷۶۵ء) سے بھی فیض حاصل کیا جو تقریباً ہم عمر تھے۔ یوں امام ابو حنیفہ خاندانِ نبوت سے فیض یافتہ ہوئے۔ امام ابو حنیفہ نے ۱۶ یا ۲۰ صحابہ کی زیارت کی مثلاً حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعد اور حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ، حضرت عبد اللہ بن اوفی رضی اللہ عنہم وغیرہ وغیرہ۔

حرم شریف میں صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۹۶ھ / ۷۱۴ء) کے درجہ حدیث میں شریک ہوئے اور ان کو یہ کہتے ہوئے سنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے دین کی مکمل سمجھ اور اس کا عمل حاصل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے کافی ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا فرمائے گا جہاں کا اس کو گمان بھی نہ ہو گا۔^{۱۰۵}

مشہور حدیث **طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم** امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔^{۱۰۶} امام ابو حنیفہ نے حدیث کی طرف توجہ دی۔ اس وقت تک انفرادی مجموعوں کے علاوہ صحابہ اور تابعین کو احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام ابو حنیفہ نے بکثرت محدثین سے حدیثیں سماعت فرمائیں جن میں بعض صحابی بھی تھے اور اکثر تابعین میں سے تھے۔ کوفہ کے علاوہ بصرہ میں حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحصیل حدیث فرمائی۔ جنہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث روایت کیں۔ بصرہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آباد کر لیا، یہ شہر بھی وسعتِ علم اور اشاعتِ حدیث کے لحاظ سے کوفہ کا ہم پلہ رہا۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے مدون فرمایا لیکن امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے حدیث کا پہلا مرتب و منظم مجموعہ مؤطا کے نام سے مدون فرمایا پھر ان کے شاگرد شہاب زہری نے سند کے ساتھ جمع و نظم کے ساتھ تدوین حدیث کی بنیاد ڈالی۔ اس کے بعد امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، ابن ماجہ، امام ترمذی وغیرہ نے کتب و احادیث مرتب کیں۔ لیکن کتاب و سنت سے مسائل کے استخراج اور علم شریعت کی کتب و ابواب کے

ساتھ باقاعدہ تدوین کی خدمت میں امام ابو حنیفہ پر کوئی سبقت نہیں رکھتا۔^{۱۰۷} امام ابو حنیفہ نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ جاکر تحصیل حدیث فرمائی۔ مکہ معظمہ میں مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۱۱۵ھ / ۷۳۳ء) اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۶۸ھ / ۶۸ء) کے شاگرد مکرمہ (م ۱۰۵ھ / ۷۲۳ء) سے تحصیل حدیث فرمائی جنہوں نے حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے احادیث سماعت فرمائی تھیں۔

اموی سلطنت کے آخری دور حکومت میں ظلم و ستم کی وجہ سے امام ابو حنیفہ مکہ روانہ ہوئے اور وہاں ۱۳۰ھ / ۷۴۷ء سے ۱۳۶ھ / ۷۵۳ء تک قیام فرمایا۔^{۱۰۸}

قیام مکہ کے زمانے میں محدث یاسین زیات نے اعلان فرمایا، امام ابو حنیفہ کے ہاں آیا جایا کرو کیونکہ ایسا آدمی بتانے کیلئے نہیں ملے گا۔ اگر اس شخص کو تم نے کھو دیا تو علم کی بہت بڑی مقدار کھودی۔^{۱۰۹}

چنانچہ محدث عبد اللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ / ۷۹۹ء) نے حرم کعبہ میں لوگوں کے ہجوم اور محدثین و فقہاء کے درمیان امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتنے دیتے دیکھا۔^{۱۱۰} مکہ مکرمہ میں آپ کی قیام گاہ پر اصحاب صفہ اصحاب حدیث کا ہجوم ہو گیا۔^{۱۱۱}

امام لیث (م ۱۴۳ھ / ۷۶۰ء) مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کی زیارت کیلئے لوگ ٹوٹ پڑ رہے ہیں۔^{۱۱۲} ابو حنیفہ تابعین میں سے تھے۔^{۱۱۳} ابن سعد (م ۲۳۰ھ / ۸۴۲ء) نے آپ کو تابعین کے طبقہ پنجم میں شامل کیا ہے۔^{۱۱۴}

مدینہ منورہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (م ۱۵۱ھ / ۷۶۹ء) کے خادم سلیمان اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت سالم بن عبد اللہ (م ۱۰۶ھ / ۷۲۴ء) سے احادیث سماعت فرمائیں۔ امام ابو حنیفہ نے چار ہزار اشخاص سے حدیثیں روایت کیں۔ ابو حنیفہ کے اکثر اساتذہ تابعین میں تھے۔ امام ابو حنیفہ نے پیشار محدثین سے احادیث کا ذخیرہ حاصل کر کے یک جا کیا پھر اس پر فقہ کی بنیاد رکھی۔ اس زمانے میں کتاب و کتابت اتنی عام نہ تھی اس لئے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ احادیث کے جمع کرنے میں آپ نے کتنی مشقت برداشت کی ہوگی اور کتنی محنت کی ہوگی!

۱۰۷۔ سیوطی، تبيين الصنف علی مناقب الامام اعظم ابو حنیفہ، بحوالہ ابن ماجہ، عبد الرشید نعمانی، علم حدیث، ۱۵۸-۱۶۱

۱۰۸۔ ابو زہرہ، حیات امام ابو حنیفہ (ترجمہ اردو حریری) فیصل آباد ۱۹۸۰ء، ص ۶۷

۱۰۹۔ صدر الائمہ، ج ۱ ص ۳۸ / ۱۱۰۔ صدر الائمہ، ج ۱ ص ۵۷ / ۱۱۱۔ مقدمہ اعلاء السنن، ص ۷۲

۱۱۲۔ مناقب ابو حنیفہ للذہبی، ص ۲۲ / ۱۱۳۔ ابن ندیم، ص ۲۰۱ / ۱۱۴۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۷۸۳

امام ابو حنیفہ نے حدیث کی طرف اس لئے توجہ فرمائی کہ قرآن کے حکم کے مطابق حدیث فقہ کی بنیاد ہے، حدیث تابع قرآن اور شارح قرآن ہے، قرآن کا علم بھی ہمیں حدیث ہی سے ملتا ہے ورنہ قرآن کی معرفت کا کوئی اور ذریعہ نہیں۔ حدیث سے انکار حقیقت میں قرآن سے انکار ہے کسی مسلمان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ جرأت کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ سے مسائل پوچھ لیا کرتے تھے۔ پردہ فرمانے کے بعد ممتاز صحابہ کرام سے باقی صحابہ مسئلہ پوچھتے۔ جب وہ بھی اٹھنے لگے تو اللہ نے اپنے کرم سے امام ابو حنیفہ کو بھیجا جن کے متعلق قرآن و حدیث میں پہلے ہی پیش گوئی کر دی گئی تھی۔ آپ نے بکھری ہوئی احادیث کو جمع کیا منتشر فیصلوں کو مرتب کیا اور خود قرآن و حدیث اور اجماع صحابہ کی روشنی میں ہزاروں فیصلے کئے۔ ان فیصلوں کو نہ ماننا اور من مانی پر عمل کرنا عجائبات عالم میں سے ایک عجوبہ ہے۔ ہم تو اتنے مجبور ہیں کہ نصاب تعلیم مدون ہوتے ہوئے اور باسانی دستیاب ہونے کے باوجود استاد و راہبر کی ضرورت رہتی ہے۔ جب نصاب ہی مدون نہ ہو تو ہماری پریشانی کا کیا عالم ہو گا؟ امام ابو حنیفہ نے خود محنت کی اور ہم کو پریشانی سے نجات عطا فرمائی۔ اصول اجتہاد و استنباط وضع کئے پھر ان کی روشنی میں مسائل کے حل تلاش کئے۔ مثلاً

- ❖ پہلے مسئلہ کا حل کتاب اللہ سے تلاش کیا جاتا، کامیابی ہو جاتی تو فیصلہ کر دیا جاتا کامی کی صورت میں
- ❖ سنت رسول اللہ اور حدیث رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے مسئلہ کا حل تلاش کیا جاتا، حل مل جاتا تو فیصلہ کر دیا جاتا^{۱۱۵}
- ❖ ناکامی کی صورت میں اہل فتویٰ صحابہ اور فقہاء تابعین کے فیصلوں اور اقوال کو دیکھا جاتا اگر حل مل جاتا تو فیصلہ کر دیا جاتا^{۱۱۶}
- ❖ ناکامی کی صورت میں عہد نبوی، عہد صحابہ، عہد تابعین کے مختلف فیصلوں کی روشنی میں قیاس کیا جاتا اور اس پر فیصلہ کر دیا جاتا۔
- ❖ استحسان (قیاس خفی) اس کا مراد فقہیانہ بصیرت ہے۔
- ❖ عرف۔ وہ رائج طریقہ جس کی طرف بندگان خدا اقدار نامائل ہوں۔

بہر حال مندرجہ بالا اصولوں سے بعد کے تمام مجتہدین نے استادہ کیا مثلاً امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل۔ امام شافعی نے تو یہاں تک فرمایا کہ سارے فقہاء ابو حنیفہ کی عیال (اولاد معنوی) ہیں۔^{۱۱۷}

۱۱۵۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، عجب معاملہ ہے کہ امام ابو حنیفہ سنت کی پیروی میں سب سے پیش پیش ہیں حتیٰ کہ احادیث رسول کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانے ہیں اور ان کو اپنی رائے پر مقدم کرتے ہیں اور اس طرح صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ وسلم الصلوٰۃ والتسلیمات کی شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم رکھتے ہیں اور دوسروں کا حال ایسا نہیں۔ (شیخ احمد سرہندی، جلد ۲ مکتوب نمبر ۵۵)

۱۱۶۔ امام ابو حنیفہ خود فرماتے ہیں، جب کوئی مسئلہ نہ کتاب اللہ میں ملے نہ سنت رسول اللہ میں تو میں اقوال صحابہ پر غور کرتا ہوں اور اقوال صحابہ کے سامنے کسی کے قول کو قابل اعتبار نہیں سمجھتا۔ (ابن عبد البر، الاثنا، صبحی محمسانی، فلسفہ التشریح فی الاسلام، ص ۳۸)

یہ طریقہ کار امام ابو حنیفہ کا من مانا تھا بلکہ اس حدیث پاک سے اس کی تائید ہوتی ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجا چاہا تو دریافت فرمایا، جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہوگا تو کیسے فیصلہ فرماؤ گے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم اللہ کی کتاب میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک پہنچنے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سینے کو تھپکا اور فرمایا، خدا کا شکر کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے ہوئے شخص کو اس چیز کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو خوش کرے۔^{۱۱۸}

اس حدیث کو خوب یاد رکھنا چاہئے اس حدیث کی رو سے فیصلہ کیلئے پہلے قرآن سے رجوع کیا جائے گا پھر احادیث سے پھر بھی فیصلہ تک رسائی نہ ہو سکے تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے گا۔ اجتہاد کرنا بچوں کا کھیل نہیں اس کیلئے بڑے تدبر و تفکر اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہمارے دور میں بہت سے ایسے مسائل سامنے آرہے ہیں جن کا قرآن و حدیث میں واضح موجود نہیں نہ اجماع صحابہ سے ثابت ہے اگر قیاس سے انکار کیا جائے تو پھر جدید مسائل کے حل کی صورت کی ہوگی؟ ہمارے علماء جدید مسائل کے بارے میں غور و فکر کر کے فتوے دے رہے ہیں سب ہی قبول کر رہے ہیں کوئی نہیں کہتا کہ جب قرآن و حدیث میں اس کا جواب موجود نہیں تو آپ قیاس کیوں کر رہے ہیں۔ قیاس کے بغیر جدید مسائل کا حل ممکن نہیں اسی لئے امام ابو حنیفہ نے لایحل مسائل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں فیصلے سنائے جس کی تائید حدیث سے ہو رہی ہے۔ جیسا کہ متذکرہ بالا حدیث پاک میں گزرا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شخص واحد کو قیاس کی اجازت مرحمت فرمائی مگر امام ابو حنیفہ نے اس مقصد کیلئے ایک بورڈ تشکیل دیا جس میں محدثین بھی تھے فقہاء بھی تھے ماہرین ادب و لغت بھی تھے جس کا تفصیلی ذکر آگے آتا ہے۔

الغرض امام ابو حنیفہ نے قیاس کیلئے نہایت ہی حزم و احتیاط سے کام لیا پھر قرآن و حدیث میں پھیلے ہوئے اور اوامر و نواہی کو منظر و مربوط فرمایا۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یہ کارنامہ انجام دیا، احکام کی شیرازہ بندی کر کے ہمارے لئے بے حد آسانیاں پیدا فرمائیں۔ ہم اکثر اسمبلی کے ممبران اور عوام کو یہ شکایت کرتے سنتے ہیں کہ قانون سازی نہیں کی جاتی آرڈیننس نافذ کر دیئے جاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے قانون سازی کی 'آرڈیننس نافذ نہیں کئے۔ ہم ان مشکلات کا عملی طور پر تجربہ کر رہے ہیں۔ ہماری قانون ساز وہی ہے جس کا قرآن و حدیث سے کوئی تعلق نہیں، اس کا تعلق صرف خواہشوں سے ہے ایک کی خواہش یا متعدد لوگوں کی خواہشات۔ خواہشات پر ہونے والی قانون سازی بستی بگڑتی رہتی ہے مگر امام ابو حنیفہ نے تو وہ قانون سازی کی جس کا دار و مدار وحی الہی پر تھا اور جس کیلئے اقبال نے کہا تھا ۔

خوب و ناخوب عمل کی ہو گروا کیوں کر؟ گر حیات آپ نہ ہو شارح اسرار حیات

امام ابو حنیفہ نے اسرار حیات کی شرح کی اور فقہ حنفی کی صورت میں ایک عظیم قانون دیا۔

بقول ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی، فقہ حنفی کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام عظیم کے سر ہے۔^{۱۱۹}

اصطلاح شریعت میں فقہ کی یہ تعریف کی جاتی ہے، فقہ شریعت کے ان فروعی احکام کو کہتے ہیں جو احکام مفصل دلائل سے حاصل کئے جائیں۔^{۱۲۰}

فقہ کے چار مآخذ ہیں: پہلا قرآن ہے، دوسرا مآخذ سنت رسول، تیسرا مآخذ اجماع صحابہ، چوتھا مآخذ قیاس یعنی کسی علت مشترکہ کی وجہ سے دوسرے امور میں وہی حکم جاری کرنا۔ تدوین فقہ کا مقصد وحید یہ تھا کہ عملی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شریعت کے متفرق مسائل کو منظم و مرتب کر دیا جائے اور اس کی ایسی فیصلہ کن حیثیت متعین کر دی جائے جن پر مسلمان سہولت کے ساتھ کماحقہ عمل کر سکیں۔

نہ صرف وہ مسائل جو اس زمانے میں پیش آئے بلکہ ان مسائل کا حل بھی تجویز کر دیا جائے جو آئندہ پیش آنے والے ہیں۔ امام ابو حنیفہ خود فرماتے ہیں، اہل علم کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے جھگڑا ہونے کا امکان ہے ان پر غور و فکر کریں تاکہ اگر وہ کسی وقت وقوع پذیر ہوں تو لوگوں کیلئے نئی اور انوکھی بات نہ ہو۔^{۱۲۱}

۱۱۹۔ ماہنامہ نور اسلام، امام ابو حنیفہ نمبر، ص ۱۶۸

۱۲۰۔ علاؤ الدین حسینی: الدر المختار شرح تنویر الابصار، حاشیہ رد المحتار، ج ۱ ص ۲۸۸، ۲۸۹، مطبوعہ کوئٹہ

۱۲۱۔ الموفق کی: مناقب الامام ابی حنیفہ، حیدر آباد دکن، ج ۱ ص ۱۶۰

امام ابو حنیفہ نے اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے ایک بورڈ تشکیل دیا جن میں چالیس ممتاز حضرات شریک تھے۔ من جملہ ان کے یہ حضرات بھی تھے: ابو یوسف، زفر، اسد بن عمرو، عافیہ الوردی، قاسم بن معن، علی بن مسہر، مہر بن علی، مندل بن علی۔^{۱۲۲}

طریقہ کار یہ تھا، امام ابو حنیفہ مشورے کیلئے مسائل کو اراکین کے سامنے رکھتے، بحث و مباحثہ ہوتا، کبھی اس بحث و مباحثہ میں مہینہ بھر یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جاتا جب متفقہ طور پر کوئی حکم معلوم ہو جاتا تو امام ابو یوسف اسے اصول میں لکھ لیتے، یوں اصول مرتب ہوئے۔

امام ابو حنیفہ نے کبھی اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط نہ کیا، انہوں نے نہایت درجہ احتیاط سے کام لیا۔^{۱۲۳} اور حدیث کے مقابلے میں تو نہ اپنی اور نہ کسی اور کی رائے کو ترجیح دی بلکہ اس امکان کے پیش نظر کہ ایک ڈیڑھ صدی میں اسلام دور دور تک پھیل چکا ہے اور ذرائع حمل و نقل محدود ہیں ممکن ہے کہ کسی صحابی نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد سنا ہو اور وہ دور دراز چلا گیا ہو اور وہ ارشاد آپ تک نہ پہنچا ہو، آپ نے فرمایا کہ اگر بورڈ کے فیصلے کے خلاف کوئی صحیح حدیث مل جائے تو پھر اس پر عمل کیا جائے اور وہی میرا مذہب و مسلک ہے۔^{۱۲۴}

سب کو معلوم ہے کہ اسلام تدریجاً پھیلا۔ جو چیز بتدریج بڑھتی ہے مختلف مراحل میں اس کی شکل و صورت مختلف ہوتی ہے۔ اس لئے ایک ہی عمل کے متعلق متعدد احادیث ملتی ہیں جن میں ہم کو تضاد نظر آتا ہے۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ اس حدیث کو لیتے ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آخری عمل کی نشاندہی کرتی ہے اور اسکے مطابق حکم لگاتے ہیں۔ فیصلہ کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ اس بات کو ایک مثال کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے۔

۱۲۲۔ تاریخ بغداد، ج ۲۲ ص ۱۰۸ (خطیب بغدادی، م ۳۶۳ھ / ۱۰۷۱ء)

۱۲۳۔ موفق بن احمد کی (م ۶۸۵ھ / ۱۱۷۲ء) مناقب موفق، ج ۲ ص ۱۳۳

۱۲۴۔ احمد رضا خان: الفضل الموہبی فی معانی اذا صح الحدیث فیو نہ ہی، بریلی ۱۳۱۳ء۔ المیزان الکبریٰ، ص ۵۸ مصر

باغبان نے آم کی قلم لگائی۔ یہ قلم ایک صاحب دیکھتے ہوئے گزر گئے۔ پھر وہ قلم پھوٹی، پتیاں ٹہنیاں لگیں۔ تیسرے صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ پھر اس درخت میں بور آئے۔ چوتھے صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ پھر اس درخت میں کیریاں نمودار ہوئیں۔ پانچویں صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ پھر یہ کیریاں پک کر شباب دکھانے لگیں۔ چھٹے صاحب یہ دیکھتے ہوئے چلے گئے۔ ان سب لوگوں نے ایک ہی درخت کو مختلف اوقات میں دیکھا۔ پہلے صاحب سے پوچھا آم کا درخت کیسا ہوتا ہے؟ جواب ملا، لکڑی کے ایک ٹکڑے جیسا۔ دوسرے سے پوچھا تو جواب ملا، لکڑی کے ٹکڑے جیسا جس میں پتیاں ٹہنیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ تیسرے صاحب سے پوچھا جواب ملا، ایک تناور درخت۔ چوتھے سے دریافت کیا تو جواب ملا، ایک تناور درخت ہوتا ہے جس میں بور ہوتا ہے۔ پانچویں سے پوچھا تو جواب ملا، ایک تناور درخت میں چھوٹی چھوٹی کیریاں لگی ہوتی ہیں۔ چھٹے سے پوچھا تو جواب ملا تناور درخت جو بڑے بڑے آموں سے لد اہوا ہوتا ہے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا، سب کے بیان الگ الگ۔ مگر سب سچے ہیں کوئی جھوٹا نہیں۔ لیکن بات اس کی زیادہ سچی ہے جس نے آموں سے لدے ہوئے درخت کو دیکھا پھر اگر کوئی یہ اصرار کرے کہ نہیں اس کی بات سچی ہے جس نے بتایا تھا کہ آم کا درخت لکڑی کے ٹکڑے جیسا ہوتا ہے۔ گو بات سچ ہے مگر یہ تدریجی منزلیں ہیں، یہ ابتدائی منزل کی بات ہے۔ یہ بات نہیں مانی جائے گی، سنی ضرور جائے گی تاکہ معلوم ہو کہ درخت کہاں سے کہاں تک پہنچا۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان احادیث پر فیصلے سنائے جن سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آخر میں اس کام کو کس طرح کیا۔ قول اور عمل بھی پھلتے پھولتے ہیں اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری عمل ہی حق اور سچ ہے۔ یہ بات ایک اور مثال سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

مثلاً رفع یدین کا مسئلہ یعنی نماز میں رکوع میں جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے، سجدے میں جاتے، سجدہ سے اٹھتے، قیام کرتے، قعدہ کرتے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک یا کانوں تک لے جانا اور چھوڑ دینا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی حکمت کی وجہ سے کبھی رفع یدین فرمایا، پھر ترک کر دیا اب آخری عمل ترک رفع یدین تھا اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ رفع یدین نماز کا اہم حصہ ہوتا تو قرآن میں ضرور ذکر ہوتا اور قرآن میں قیام، رکوع، سجود اور قعدہ کا ذکر ہے، رفع یدین کا کہیں ذکر نہیں اسی سے عقلمند انسان شریعت کی منشاء سمجھ سکتا ہے۔

ترک رفع یدین کی متعدد احادیث ہیں۔^{۱۲۵} بہر حال امام ابو حنیفہ نے بورڈ تفکیک دے کر ۸۳ ہزار مسائل طے فرمائے جن میں ۳۸۱۰۲ کا تعلق عبادات سے ہے باقی مسائل کا تعلق معاملات و عقوبات سے تھا۔ تقریباً پانچ سال شانہ روز محنت و کاوش کے بعد امام ابو حنیفہ کی مجلس تدوین فقہ کا یہ مجموعہ فقہی تیار ہو کر اہل علم کے ہاتھ میں آیا۔ یہ مجموعہ ۱۱۴ھ سے قبل مرتب ہو چکا تھا پھر اس میں اضافے ہوتے رہے، یہی فقہ حنفی ہے۔ اس مجموعے کی تکمیل کے بعد جامع مسجد کوفہ میں ایک ہزار طلبہ اور بورڈ کے ممبران کے سامنے خطاب فرمایا جس کے اہم نکات یہ ہیں:-

- ❖ میں تم کو اللہ کی قسم اور اس علم کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس عمل کو کبھی ذلیل نہ کرنا۔
- ❖ قضا کا عہدہ اس وقت تک درست ہے جب تک قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو۔
- ❖ تم میں جو اس عہدے کو قبول کرے وہ اپنے اور عوام کے درمیان رکاوٹیں پیدا نہ کرے۔
- ❖ ہر حاجت مند کی تم تک رسائی ہونی چاہئے۔
- ❖ امیر و حاکم اگر مخلوق خدا کے ساتھ غلط رویہ اختیار کرے تو اس سے باز پرس کرے۔^{۱۲۶}

یہ ہدایات بڑی جاندار ہیں، ان کے پیچھے خلوص کا دریا موجزن ہے۔ آپ نے جو کہا کر کے دکھایا۔ خلیفہ منصور (م ۱۵۸ھ / ۷۷۷ء) نے شریعت کے پردے میں من منائی منوائے کیلئے امام ابو حنیفہ کو قاضی و جج بنانا چاہا، آپ اس کی نیت بھانپ گئے، انکار کر دیا، قید ہوئے ۱۳۶ھ / ۷۵۳ء۔^{۱۲۷} خلیفہ کی نیت کا حال سب پر روشن ہو گیا، اس قید و بند میں ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں شہید ہوئے مگر شریعت کی آن پر آج نہ آنے دی۔ سبحان اللہ!

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲۵۔ ملاحظہ فرمائیں:-

- ۱۔ ترمذی شریف، ج ۱ ص ۳۵ / ۲۔ ابن حزم غلابری، المحلی، ج ۳ ص ۸۸ / ۳۔ ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۲۵ / ۴۔ نسائی، ج ۱ ص ۱۵۸
- ۵۔ ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۰۹ / ۶۔ ابو داؤد، ج ۱ ص ۱۳۶ / ۷۔ شرح معانی الآثار، ج ۱ ص ۱۱۰ / ۸۔ عمدۃ القاری، ج ۵ ص ۲۷۲
- ۹۔ مسلم شریف، ج ۱ ص ۱۸۱۔

مسلم شریف کی حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع یدین کو 'ذنا بخیل شمس' یعنی پدے ہوئے گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی ہے۔ آپ نے فرمایا: **اسکنوا فی الصلوٰۃ** نماز میں سکون سے رہو۔ یعنی بلو جلو نہیں گھوڑے کی دموں کی طرح ہاتھوں کو نہ ہلاؤ۔

۱۰۔ نصب الراية، ج ۱ ص ۴۰۴

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے کیا، جب ترک فرمادیا ہم نے بھی ترک کر دیا۔ (بدائع، ج ۱ ص ۲۰۷) کیسے دل لگا اصول ہے!

۱۲۶۔ مجمع المصنفین، ج ۲ ص ۵۵ / ۱۲۷۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، ص ۸۳

امام ابو حنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے قابلِ رشک حکمت عطا فرمائی، جس کا ذکر حدیث میں بھی ہے۔^{۱۲۸} سچ فرمایا اور حق فرمایا، رشک و غیبت نہیں مگر دو باتوں میں۔ دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی تو وہ اس کے مطابق فیصلہ کرتا اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔^{۱۲۹} بے شک کردار کا ایسا مضبوط انسان ہی قرآن و حدیث سے قوانین کے استنباط استخراج کا حق رکھتا ہے جو کسی قیمت پر خرید نہ جائے اور حق کی حفاظت کیلئے اپنی جان دینے کیلئے تیار ہو۔ یہ تاریخی حقائق ہیں، ہم کو یہ حقائق سامنے رکھنے چاہئیں۔

امام ابو حنیفہ نے زندگی کے ۵۲ سال اُموی خلافت اور ۱۸ سال عباسی دور میں بسر کئے۔ اسلام کی دو عظیم سلطنتوں کو بذاتِ خود دیکھا مگر سیاست میں حصہ نہ لیا۔ جس کو حق جانا اس کی تائید فرمائی۔ بسا اوقات سیاسی ذہن رکھنے نہ رکھنے والے حکمران ایسے عادلانہ فیصلوں کو بھی سیاست کے رنگ میں رنگا ہوا سمجھ کر اہل حق سے بدگمان ہو جاتے ہیں۔ شاید اس بات نے خلیفہ وقت کو ناراض کیا اور اس نے آپ کو قید کیا۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

بقول امام زہری ۱۳۰ھ / ۷۴۷ء میں امام جامعہ کوفہ کے اس مشہور علمی درسگاہ میں جلوہ افروز ہوئے جو عبد اللہ بن مسعود کے زمانے ۲۰ھ سے باقاعدہ چلی آرہی تھی آپ نے فقہ کے ابواب پر مشتمل خصوصی لیکچر دیئے جو تلامذہ نے کتاب الآثار کے نام سے مدون کئے۔ یہ دوسری صدی کے رابع ثانی کی تالیف ہے۔ امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام حسن بن زیاد نے چار الگ الگ مجموعے کے اسی نام سے مدون کئے یہ چالیس ہزار حدیثوں کا انتخاب ہے۔^{۱۳۰}

کشف الظنون میں ان کتابوں کو امام سے منسوب کیا گیا ہے۔

➤ کتاب العلم والتعلم^{۱۳۱}

➤ کتاب الفقہ الاکبر^{۱۳۲}

➤ کتاب الوصایا

تذکرہ المحمّدین (سعیدی) میں کتاب المقصود اور کتاب الاوسط کو بھی ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔^{۱۳۳}

امام اعظم ابو حنیفہ درس کے وقت جو احادیث بیان فرماتے ان کے شاگرد بالخصوص قاضی ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی، زفر بن ہندیل، حسن بن زیاد وغیرہ ان روایات کو صیغہ حدیثنا اور احبہنا کے ساتھ تحریر میں لاتے۔

امام اعظم نے احادیث الما کرانے کے بعد مجموعہ کا نام کتاب الآثار رکھا۔ تلامذہ چونکہ کثیر تھے اس لئے اس نام کے کئی مجموعے ہیں، مشہور چار ہوئے۔

(۱) کتاب الآثار (بروایت ابو یوسف) (۲) کتاب الآثار (بروایت حسن بن زیاد)

(۳) کتاب الآثار (بروایت محمد) (۴) کتاب الآثار (بروایت زفر بن ہذیل)

زیادہ شہرت امام محمد کے نسخے کو ہوئی کتاب الآثار میں امام اعظم نے جن جن شیوخ سے احادیث کو روایت کیا بعد میں لوگوں نے ہر ایک شیخ کی مرویات کو الگ الگ کر کے مسانید کو ترتیب دیا اور ہر شیخ کی مرویات الگ الگ ایک کتاب کی صورت میں جمع ہو گئیں۔ بعد میں مسند امام اعظم کے نام سے مشہور ہو گئیں۔

دارہ معارف اسلامیہ میں ایک رسالہ الرد علی القدریہ کا نام ملتا ہے۔

شاگردانِ امام ابو حنیفہ:

۱۔ آپ کے ایک ہزار شاگرد ہوئے چالیس بلند پایہ مجتہد۔

۲۔ امام کے تلامذہ کی تعداد چار ہزار ہے جن میں چالیس مصنفین ہیں۔^{۱۳۳}

امام کے تلامذہ جنہوں نے فقہ حنفی نقل کیا:-

۱۔ قاضی ابو یوسف۔۔۔ ابن ندین نے الفہرست میں ابو یوسف کی ۱۴ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ امام محمد بن حسن۔۔۔ امام ابو حنیفہ سے پڑھا، مکمل ابو یوسف سے فرمائی۔

استاد ابو زہرہ نے امام محمد کی ان کتابوں کا ذکر کیا ہے، المبسوط، الزیادات، الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر۔

آپ کے شاگردوں میں امام ابو یوسف اور امام محمد نہایت ہی ممتاز ہوئے ہیں۔ ان کو شیخین کہا جاتا ہے۔ فقہ حنفی کی ترویج و

اشاعت میں دونوں نے اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔

۳۔ زفر بن ہذیل۔ ابن ندیم نے ان کی فقہ حنفی میں ۹ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ داؤد الطائی (م ۱۶۵ھ / ۸۱۷ء)

۵۔ اسد بن عمر (م ۱۶۰ھ / ۸۲۰ء)

شاید ان شاگردوں میں تابعین بھی ہوں۔

مندرجہ ذیل حضرات نے فقہ حنفی کی زبان و قلم سے نشر و اشاعت کی:-

- ۱۔ عیسیٰ بن آیان (م ۲۲۰ھ / ۸۳۵ء) تعداد تصانیف (۵ عدد)
- ۲۔ محمد بن سماعہ (م ۲۲۳ھ / ۸۳۷ء) تعداد تصانیف (۳ عدد)
- ۳۔ بلال بن یحییٰ بصری (م ۲۳۵ھ / ۸۵۹ء) تعداد تصانیف (۳ عدد)
- ۴۔ احمد بن عمر بن مہر (م ۲۶۱ھ / ۸۷۴ء) تعداد تصانیف (۱۳ عدد)
- ۵۔ احمد بن محمد (م ۳۲۱ھ / ۹۳۲ء) تعداد تصانیف (۱۲ عدد)

ہدیۃ العارفین میں یہ کتابیں امام محمد بن حسن (تلمیذ ابو حنیفہ) کی تصانیف میں شمار کی گئی ہیں:-

- ۱۔ الاحتاج علی مالک
- ۲۔ الاکتساب فی الرزق
- ۳۔ عقائد الشیبانیہ
- ۴۔ کتاب الاصل فی الفروع
- ۵۔ کتاب الاکراہ
- ۶۔ کتاب الخلیل
- ۷۔ کتاب السجبات
- ۸۔ کتاب الشروط
- ۹۔ کتاب الکلب
- ۱۰۔ کتاب النوادر
- ۱۱۔ الکیمیائیات
- ۱۲۔ مناسک الحج
- ۱۳۔ نوادر الصیام
- ۱۴۔ الہارونیات ^{۱۳۵}



قرآن کریم غیبی خبروں سے بھرا ہوا ہے، واقعات و حادثات کی خبریں، شخصیات کی خبریں، ماضی کی خبریں، مستقبل کی خبریں، اللہ نے اپنے کرم سے اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی علوم غیبیہ سے سرفراز فرمایا،^{۱۳۶} احادیث شریفہ بھی غیبی کی خبروں سے معمور ہیں۔^{۱۳۷} حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ پر سورہ جعد نازل ہونے لگی:-

هو الذي بعث في الامم رسولاً منهم يتلو عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة

وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين و اخبرينهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز الحكيم^{۱۳۸}

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا کرتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور ان میں سے اوروں کو (پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں) جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت والا اور حکمت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیتیں سنیں مگر ایک بات سمجھ میں نہ آئی اور وہ یہ کہ مستقل کے وہ کون لوگ ہیں جن کو آپ پاک کرتے اور علم و حکمت عطا فرماتے ہیں، جنہوں نے ابھی تک شرف زیارت حاصل نہ کیا، یہ اشارہ کس طرف ہے؟ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے، آخر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:-

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون حضرات ہیں؟

بات راز کی تھی۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب عنایت نہ فرمایا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سوال کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون حضرات ہیں؟

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب عنایت نہ فرمایا، خاموش رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر سوال کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ کون حضرات ہیں؟^{۱۳۹}

۱۳۶۔ قرآن حکیم، سورہ جعد، آیت نمبر ۲، ۳

۱۳۷۔ احمد بن محمد الصدیق البخاری الحنفی، اسلام اور عصری ایجادات (ترجمہ اردو احمد میاں برکاتی) مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۰ء

۱۳۸۔ قرآن حکیم، سورہ جعد، آیت نمبر ۲، ۳

۱۳۹۔ بخاری شریف، لاہور ۱۹۹۱ء، ج ۲ ص ۹۷۳۔ حدیث نمبر ۸۸۹

تیسری مرتبہ سوال کے بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستقبل سے پردہ اٹھایا اور وہ راز بتادیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۳۳ھ / ۶۵۳ء یا ۶۷۲ھ) بھی بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے شانے پر رکھ کر فرمایا، ^{۱۳۰} اگر ایمان ثریا کے قریب بھی ہو تو ان میں سے کچھ لوگ یا ایک شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کر لے گا۔ ^{۱۳۱}

یہ وہی لوگ ہوں گے یا وہی شخص ہو گا جو انگوں سے نہ ملا مگر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے علم و حکمت بھی عطا فرمایا اور پاک بھی کیا۔

یہ کھلی بشارت ہے، اس میں کوئی راز نہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح حضرت امام ابو حنیفہ اہل فارس سے تھے۔ ^{۱۳۲} جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت سے فرمایا۔ ^{۱۳۳} ان کے اجداد کا تعلق فارس سے تھا، آپ کے پردادا کا نام مر زبان تھا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا کا نام شخسان، ممکن ہے کہ ان کی رشتہ داریاں بھی ہوں مگر اتنا ضرور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صاحب حکمت آنے والے شخص کیلئے یہ پیش گوئی فرمائی کہ وہ ملک فارس سے ہو گا۔

بخاری شریف کے علاوہ مسلم شریف میں بھی ایک حدیث ملتی ہے، اگر ایمان ثریا کے پاس ہو تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس حد تک پہنچ جائے گا اور اس کو حاصل کر لے گا۔ ^{۱۳۴}

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۳۰۔ محمد علی الصاوی، مفوت القاسر، ج ۷، ۱۸، بیروت، ص ۵۱

۱۳۱۔ بخاری شریف، حدیث نمبر ۸۸۹۔ تبیض الصحیفہ، ص ۵۔ خیرات الحسان، ص ۱۳-۱۵۔ الدر المنثور، ج ۶، ص ۲۱۵۔ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۲۶۳۔
تفسیر مظہری، ج ۵، ص ۲۷۵۔ روح البانی، ج ۱۰، ص ۸۳۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۳۶۳۔ تفسیر ابن جریر، ج ۱۲، ص ۶۲

۱۳۲۔ التعلیقات علی المناقب، ص ۸، بحوالہ زہری، ص ۱۲۱

۱۳۳۔ زید ابو الحسن، فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۵۷، بحوالہ الجامع الصغیر للسیوطی

۱۳۴۔ مسلم شریف، ص ۵۹ (سورہ ۱۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار سوال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاموش رہنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ آپ حکم الہی کے منتظر تھے کہ

وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحي يوحى ^{۱۳۵}

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی انہیں کی جاتی ہے۔

جب حکم الہی ہوا ارشاد فرمایا اور اس آیت کریمہ کے راز سے پردہ اٹھایا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض یافتہ ہیں، ان کو آپ نے پاک فرمایا، ان کو آپ نے علم و حکمت سکھائی۔ قرآن کہہ رہا ہے، سچ کہہ رہا ہے۔ دوسری احادیث میں بھی امام ابو حنیفہ کے اشارے ملتے ہیں۔ ^{۱۳۶}

جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا: ^{۱۳۷}

هذا اصل صحيح يعتمد عليه في البشارة بالي حنيفة رضي الله تعالى عنه

شاہ ولی اللہ نے بھی اس حدیث سے ابو حنیفہ ہی مراد لئے ہیں۔ ^{۱۳۸}

بے شک امام ابو حنیفہ ہی اس حدیث کے مصداق ہیں اور قرآن حکیم کے مطابق آپ فیض یافتہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، جو بھی امام ابو حنیفہ کے علم و حکمت سے فیض یاب ہو گا وہ یقیناً حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض و علم و حکمت سے فیض یاب ہو گا اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا یہاں تک حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائیں گے اور اسی دین حنیف پر عمل پیرا ہوں گے ^{۱۳۹} جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم کو ملا ہے، جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے ^{۱۴۰} جس پر خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چلے ^{۱۴۱} جس پر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے، جس پر اکابر امت چلے اور اب ہم اور آپ چل رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا۔ (إن شاء اللہ تعالیٰ)

۱۳۵۔ قرآن حکیم، سورہ نجم، آیت نمبر ۳۔

۱۳۶۔ (الف) مشکوٰۃ شریف، لاہور، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، حدیث نمبر ۱، ص ۲۷۱ (ب) الخیرات الحسان، مقدمہ ثالثہ، ص ۱۵

۱۳۷۔ الخیرات الحسان، ص ۱۳۔ ۱۵

۱۳۸۔ شاہ ولی اللہ، مکتوبات شریف، ص ۱۶

۱۳۹۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات شریف، ج ۲، مکتوب نمبر ۱

۱۴۰۔ قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۹۰۔ نساء، آیت نمبر ۱۲۵۔ فحل، آیت نمبر ۱۲۳۔ آل عمران، آیت نمبر ۶

۱۴۱۔ قرآن حکیم، سورہ فحل، آیت نمبر ۱۲۳

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلیح حدیبیہ (۶ھ) اور غزوہ خیبر (۷ھ) کے درمیان مشرف باسلام ہوئے اس لئے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی ۶ھ اور ۷ھ کے درمیان فرمائی۔ امام ابو حنیفہ اس پیش گوئی کے تقریباً ۷۳ سال بعد ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ابو حنیفہ کی ولادت، علم شریعت کی تدوین اور عالم گیر مرجعیت دنیا کے عظیم واقعات میں ایک عظیم واقعہ ہے۔

اس لئے امام طحاوی (۳۲۱ھ / ۹۳۲ء) کے قول کے مطابق ^{۱۵۲}

ابا حنیفة النعمان من اعظم المعجزات بعد القرآن

ابن جریر صیتی (۷۹ھ / ۶-۱۵۸ء) نے اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے فرمایا، اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے آپ نے ہونے والی بات کا پتا دیا۔ ^{۱۵۳}

تاریخ اسلام اور تاریخ مذاہب عالم پر نظر رکھنے والے اس کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ امام ابو حنیفہ کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ انہوں نے بعض صحابہ سے بھی براہ راست حدیث کی سماعت کی ہے چنانچہ مشہور حدیث:

طلب العلم فريضة على كل مسلم

علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

امام ابو حنیفہ نے صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ امام ابو حنیفہ کی شان کا انداز محدث کبیر حضرت عبد اللہ بن مبارک (۱۸۱ھ / ۷۹۷ء) کے اس ارشاد سے ہوتا ہے: ^{۱۵۴}

لقد زان البلاد ومن عليها امام المسلمين ابو حنیفة

امام المسلمین ابو حنیفہ نے شہروں کو زینت بخشی اور شہروں میں بسنے والوں پر احسان کیا۔

عبد الوہاب شعرانی (۳۷۹ھ / ۹۹۰ء) نے میزان الشریعہ میں فرمایا:

وقد من الله تعالى على بطلانة مسانيد الامام ابن حنیفة الثلاثة ^{۱۵۶}

۱۵۲۔ در مختار، دہلی، ص ۳۵

۱۵۳۔ محمد علی صدیقی، امام اعظم اور علم الحدیث، لاہور ۱۹۱۱ء، ص ۱۲۹، بحوالہ خیرات الحسان، ص ۶

۱۵۴۔ جلال الدین سیوطی، مسند الصغیر

۱۵۵۔ عبد القیوم حقانی، دفاع امام ابو حنیفہ، لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۳۹، بحوالہ اخبار ابی خلیفہ الجمیری

۱۵۶۔ عبد الوہاب شعرانی، میزان شریعہ الکبریٰ، ج ۱ ص ۶۸

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ان کے معاصرین، ہم سبق، قریب العہد، فضلاء، بعد کے علماء مشائخ اور ماہرین نے بہترین آراء کا اظہار فرمایا ہے، ان آراء کی روشنی میں بھی امام ابو حنیفہ کے مقام و مرتبہ کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

مثلاً حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، بخدا میں نے ان جیسا کوئی نہیں دیکھا۔^{۱۵۷}

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، تمام لوگ فقہ میں حضرت ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔^{۱۵۸}

حضرت امام حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ابو حنیفہ زہد و تقویٰ اور اختیار آخرت میں ایسے مقام پر فائز تھے جسے کوئی دوسرا حاصل نہیں کر سکتا۔^{۱۵۹}

آپ کے ہم سبق معاصرین کرام فرماتے ہیں، ہم نے ابو حنیفہ کے ساتھ علم حدیث حاصل کیا تو وہ ہم پر غالب رہے۔ زہد اختیار کیا تو پھر بھی وہی سبقت لے گئے اور ان کے ساتھ فقہ حاصل کیا تو ان کا کمال تمہارے سامنے ہے۔^{۱۶۰}

امام ابو حنیفہ کے شاگرد رشید امام ابو یوسف نے خلیفہ ہارون الرشید کے استفسار پر امام ابو حنیفہ کے یہ فضائل بیان کئے:-

نہایت پرہیزگار تھے / منہیات سے بچتے تھے / کسی کے آگے حاجت نہ لے جاتے / اہل دنیا سے احتراز کرتے۔

دنیوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے / غیبت سے بہت بچتے تھے / مال کی طرح علم صرف کرنے میں بڑے فیاض تھے۔

اکثر چپ رہتے اور سوچتے رہتے۔ کوئی مسئلہ پوچھتا، معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔^{۱۶۱}

یہ فضائل و کمالات آج علماء میں کم یاب ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے کمالات ان کی اولاد میں منتقل ہو گئے تھے، آپ کے پوتے

اسماعیل بن حماد کو مامون الرشید نے عہد قضا پر مامور فرمایا جب فارغ ہو کر بصرے سے چلے تو مشایعت کیلئے سارا شہر اُٹھ آیا۔

یہ ان کی سیرت و کردار کی کرامت تھی۔ آج کوئی جج جب ریٹائر ہو کر چلے تو لوگ من کی چاہت سے اس طرح مشایعت کیلئے نہیں چلتے۔

۱۵۷۔ الزرکلی، الاعلام، ج ۹ ص ۵

۱۵۸۔ ایضاً، ج ۹ ص ۵

۱۵۹۔ ایضاً، ج ۹ ص ۵

۱۶۰۔ شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی، مناقب ابی حنیفہ، مصر، ص ۲۷

۱۶۱۔ ابو الحسن زید فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۷۶ (طبعاً)

قریب العہد محدثین میں امام و کسب علیہ الرحمۃ (م ۱۹ھ / ۸۱۱ء) فرماتے ہیں، حدیث میں جیسی احتیاط ابی حنیفہ کے ہاں دیکھی وہ کسی دوسرے میں نہ پائی گئی۔^{۱۶۳}

انہیں امام و کسب علیہ الرحمۃ سے کسی نے کہا، ابو حنیفہ سے غلطی ہو گئی۔ آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے امام ابو حنیفہ کے کمال تدبر و ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، ابو ذر ابو یوسف ماہرین قیاس، یحییٰ بن زائدہ، حفص بن غیاث حبان اور ہذل جیسے حفاظ حدیث، قاسم بن معن جیسا ماہر لغت ادب عربی، ابو داؤد طائی، فضیل بن عیاض جیسے صاحبان زہد و ورع ان کے ہم مجلس ہوں تو کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟^{۱۶۴}

مطلب یہ تھا کہ امام ابو حنیفہ احادیث کی روشنی میں تنہا فیصلے نہیں کر لیا کرتے تھے بلکہ انہوں نے احادیث پر غور و حوض اور ان کے احکام اخذ کرنے کیلئے ایسی جماعت مقرر کر رکھی تھی جس میں ماہرین حدیث بھی تھے، ماہرین لغت و ادب عربی بھی تھے، ماہرین قیاس بھی تھے اور صاحبان زہد و ورع بھی تھے۔ آج اجتہاد کا دعویٰ کرنے والا ان نعتوں سے محروم ہے، اس کے جذبہ اجتہاد سے خود سری کی بو آتی ہے۔

امام ابو حنیفہ کے ہم عصر اور خوشہ چیں عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں، یوں نہ کہو کہ یہ امام ابو حنیفہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔^{۱۶۵}

امام زفر بن ہذیل فرماتے ہیں، اکابرین محدثین زکریا بن ابو زائدہ (م ۱۳۸ھ / ۶۵۹ء)، عبد الملک بن ابو سلیمان (م ۱۳۵ھ / ۵۲۷ء)، لیث بن ابی سلیم (م ۱۳۳ھ / ۶۶۰ء)، مطرب بن ظریف (م ۱۳۳ھ / ۵۵۰ء)، حصین بن عبد الرحمن جیسے حضرات ابی حنیفہ کے پاس حاضر ہوا کرتے تھے اور جو لاکھ مسائل پیش آتے تھے یا کسی حدیث میں اشتباہ ہوتا تو اسے ابی حنیفہ کے حضور پیش کرتے۔^{۱۶۶}

یزید بن ہارون (م ۲۰۶ھ / ۸۲۱ء) کا تاثر یہ تھا، میں نے ہزار محدثین کے سامنے زانوائے تلمذ تجہ کیا ہے۔ ان سب میں سب سے زیادہ پارسا، سب سے زیادہ عالم صرف پانچ ہیں ان میں اولین مقام امام ابو حنیفہ کا ہے۔^{۱۶۷}

یہ تھے امام ابو حنیفہ کے معاصرین کے تاثرات ان کے مقابلے میں ایک محقق و مؤرخ کی نظر میں آج کل کے بڑے بڑے دانشور کی رائے بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

محدث یزید بن ہارون اپنے حلقہٴ درس میں ابو حنیفہ کی باتیں سنارہے تھے۔ ایک شخص بولا، ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں سنائیے اور لوگوں کی باتیں چھوڑیے۔ یہ سنا تھا کہ محدث موصوف نے جھڑک کر مجلس سے نکال دیا^{۱۶۷} کہ امام ابو حنیفہ کے ارشادات، احادیث ہی کی شرح ہیں جو سننا نہیں چاہتا وہ اصل میں حدیث ہی کا ذوق نہیں رکھتا۔ بعد کے مشائخ و علماء میں حضرت سید علی ہجویری (۳۶۵ھ) نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کے قریب خواب میں دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک بوڑھے کو گود میں اٹھائے ہوئے ہیں۔ دریافت کرنے پر فرمایا، یہ تمہارا اور تمہارے ملک والوں کا امام، امام ابو حنیفہ ہے۔^{۱۶۸} سید علی ہجویری (م ۵۰۳ھ / ۱۱۰۷ء) کا تعلق ملک فارس سے تھا سید علی ہجویری اس خواب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، میرا خواب درست ثابت ہوا کیونکہ وہ ان حضرات میں سے ایک ہیں جو اپنے طبعی اوصاف سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی و قائم ہیں۔^{۱۶۹}

مشہور محدث ابن حجر کی حیثیت (م ۷۹۹ھ / ۸۰۸ھ) جن کی تبحر علمی کے اہل حدیث حضرات بھی معترف ہیں امام ابو حنیفہ کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ہمیشہ سے حاجت مند علماء ان کی قبر کی زیارت کرتے، اپنی حاجتوں کے پورا ہونے میں (بارگاہِ الہی میں) ان کا وسیلہ پکڑتے ہیں اور اس میں کامیابی دیکھتے آئے ہیں۔ ان میں سے امام شافعی بھی ہیں جب وہ بغداد میں تھے تو وہاں حاضر ہوتے اور فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا اور ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں۔^{۱۷۰}

محدث کبیر کے ان تاثرات سے امام ابو حنیفہ کے بلند درجات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ علماء کے وفات کے بعد بھی آپ سے رجوع کرنا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ آپ فیض یافتہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے اس لئے آپ کی طرف علماء کے دل کھینچتے تھے۔ دسویں صدی کے مشہور عالم و عارف حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (م ۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۴ء) جن کیلئے دانائے مشرق اقبال نے کہا تھا۔

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

ملتِ اسلامیہ کا یہ محافظ و نگہبان امام ابو حنیفہ کیلئے کہتا ہے، حضرت امام اعظم کو فی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال حضرت عیسیٰ روح اللہ کی مانند ہے جنہوں نے ورع و تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی بدولت اجتہاد و استنباط میں وہ بلند درجہ حاصل کیا ہے کہ دوسرے حضرات کے فہم اس کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔^{۱۷۱}

۱۶۷۔ مناقب موفق، ج ۲ ص ۳۸ / ۱۶۸۔ علی ہجویری، کشف المحجوب، لاہور، ص ۱۰۰۔ ۱۰۱ / ۱۶۹۔ ایضاً، ص ۱۰۱

۱۷۰۔ ابن حجر مکی، الخیرات الحسان فی مناقب النعمان، ص ۱۵۵

۱۷۱۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات شریف، ج ۲، مکتوب نمبر ۵۵، ص ۲۰۰

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۱۷۶۱ھ / ۱۶۶۳ء) فرماتے ہیں، حضور سید عالمیاء علیہ السلام نے

مجھے اس کی معرفت عطا فرمائی کہ مذہب حنفی ایک بہترین طریقہ ہے۔^{۱۴۲}

یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہ مخصوص حالات میں امام ابو حنیفہ کی تقلید کو واجب قرار دیتے ہیں اور ترک تقلید کو حرام فرماتے ہیں۔

جب ہندوستان (پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش وغیرہ) اور ماوراء النہر (تاجکستان، ازبکستان وغیرہ) کے شہروں میں کوئی بے علم شخص ہو اور وہاں کوئی شافعی، مالکی، حنبلی عالم نہ ہو اور وہاں مذہب کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو ایسے میں امام ابو حنیفہ کی تقلید واجب ہے اور اس پر حرام ہے کہ امام کے مذہب کو ترک کرے کیونکہ اس طرح وہ شریعت کا قلابہ گلے سے اتار کر بے کار و مہمل رہ جائے گا۔^{۱۴۳}

ابن تیمیہ اور ابن قیم نے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے، جو فقہ کا ارادہ کرے وہ امام ابو حنیفہ کا محتاج ہے۔^{۱۴۴} برصغیر میں ڈیڑھ صدی قبل اسی فی صد سے زیادہ مسلمان سنی حنفی تھے پھر جب انگریزی عمل داری میں سنیت اور حنفیت کو ہدف بنایا گیا تو مولانا احمد رضا خان بریلوی (۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے سخت مزاحمت کی اور حقیقت کا بھرپور دفاع کیا جس پر ان کی مشہور تصنیف فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں شامل ہیں جو پاک و ہند سے شائع ہو چکی ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف مسلک دیوبند کے مشہور عالم مولوی محمد زکریا مرحوم نے کیا ہے۔ مرحوم نے شیخ الحدیث علامہ محمد امیر شاہ قادری کو فتاویٰ رضویہ کی پہلی قدم مطبوعہ جلد دیتے ہوئے فرمایا، اگر احمد رضا خان بریلوی ہندوستان میں فقہ حنفی کی خدمت نہ کرتا تو حنفیت شاید اس علاقے میں ختم ہو جاتی۔

(کتب علامہ محمد امیر شام بنام راقم الحروف محمد مسعود احمد۔ مورخہ ۲۶ صفر الخیر ۱۳۹۳ھ از پشاور)

الغرض قاضی عبدالرحمن بن علی حنفی (م ۳۳۶ھ / ۱۰۴۳ء) نے اخبار ابی حنیفہ میں خطیب بغداد (م ۳۶۲ھ / ۷۰-۷۹ء) نے تاریخ بغداد میں، ابن خلکان (م ۶۸۱ھ / ۱۲۸۲ء) نے وفیات الاعیان میں، ابن عبد اللہ (م ۳۶۳ھ / ۱-۷۰ء) نے کتاب الاستغنا الکتبی میں، الموفق بن احمد کی (م ۵۶۸ھ / ۱۱۷۲-۳ء) نے المناقب میں، ابن قیم جوزی (م ۷۵۱ھ / ۱-۱۳۵۰ء) نے اعلام الموقعین میں، جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) نے تبیض الصغیر میں، محمد بن یوسف سالی (م ۹۳۲ھ / ۱۵۳۵ء) نے عقود الجمان میں، ابن ہجر حیمتی (م ۹۷۷ھ / ۱۵۶۵ء) نے الخیرات الحسان میں، عبد الوہاب شرعانی (م ۹۷۷ھ / ۱۵۶۵ء) نے المیزان الکبریٰ میں، ابن خلدون نے مقدمہ میں، محمد بن حسن الدیار بکری نے تاریخ النخیں میں، یوسف بن قنری نے النجوم الزواہر میں، احمد رضا خان بریلوی (م ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے فتاویٰ رضویہ میں اور ان کے علاوہ بیسیوں فضلاء نے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے بارے میں اپنے بھرپور تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس مختصر رسالے میں اس کا بیان ممکن نہیں۔

’حنیف‘ کے معنی سیدھا، اسلامی احکام پر عمل پیرا، ^{۱۷۵} مائل بہ حق، دین کا سچا، باطل سے امر حق کی طرف آنے والا۔ ^{۱۷۶}

قرآن حکیم میں اسلام کو ’دین حنیف‘ ہی کہا گیا ہے۔ ^{۱۷۷} اس دین حنیف کو دین ابراہیمی ^{۱۷۸} فرمایا گیا۔ اور اس نسبت سے ابراہیم حنیف ^{۱۷۹} اور مسلم حنیف ^{۱۸۰} فرمایا گیا۔ اور جو اس سیدھے راستے پر چلے وہ خفاء کہلائے۔ ^{۱۸۱} نعمان بن ثابت کی کنیت ابو حنیفہ ہونا پھر اس کنیت سے مشہور و معروف ہونا اور آپ کے پیروؤں کا حنفیہ کہلانا۔ یہ سب اتفاقات نہیں بلکہ اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کا طریقہ وہی طریقہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ تھا جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ ہوگا جس کیلئے قرآن حکیم نے اشارہ فرمایا ^{۱۸۲} اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرح فرما کر راز سے پردہ اٹھایا ^{۱۸۳} امام ابو حنیفہ نے عام مسلمانوں کو فقہ دے کر احادیث پر غور و فکر اور مسائل کے استنباط و استخراج کی کلفت سے بے نیاز کر دیا۔ ^{۱۸۴} کتنا بڑا احسان فرمایا۔ ذرا سوچیں تو سہی!

۱۷۵۔ المنجد، کراچی، ص ۲۳۳

۱۷۶۔ لغات کشوری، لکھنؤ، ص ۱۶۰

۱۷۷۔ قرآن حکیم، سورہ روم، آیت نمبر ۳۰

۱۷۸۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۳۵

۱۷۹۔ قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۶۷

۱۸۰۔ قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۹۵

۱۸۱۔ قرآن حکیم، سورہ عینہ، آیت نمبر ۵

۱۸۲۔ قرآن حکیم، سورہ بقرہ

۱۸۳۔ بخاری شریف، ج ۲، حدیث نمبر ۸۸۹، ص ۹۷۳ (ترجمہ اردو، لاہور ۱۹۹۱ء)

۱۸۴۔ عبدالغنی نابلسی، حدیث، ندیہ، ج ۱ ص ۸۲

نیکی پھیلائی جائے تو اس میں توفیق الہی اور غیبی تائید شامل حال ہوتی ہے اور بدی پھیلائی جائے تو اس میں شیطین کا عمل دخل ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی باتوں کو صرف اس لئے اختیار کیا کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہماری بہ نسبت بہت ہی قریب ہیں۔ انہوں نے صحابہ و تابعین کو دیکھا ہے اس لئے وہ بہت بعد میں آنے والے دوسرے علماء و فضلاء سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں، قریب کا مشاہدہ دور والے سے ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے مسلمان برہابرس سے ان پر اعتماد کرتے آئے ہیں۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن و حدیث کا نچوڑ 'فقہ' کی صورت میں پیش کر کے جو بے مثال نیکی کی، سارے جہاں میں اس کی پذیرائی ہوئی، یقیناً تائید الہی اُن کے شامل حال رہی۔

خلیفہ ہارون رشید (م ۲۱۸ھ / ۸۳۳ء) نے امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابو یوسف کو جب چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) کے عہدے پر فائز کیا تو فقہ حنفی کی قبولیت عامہ کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ آج سے چھ سو (۶۰۰) برس پہلے ابن خلدون نے لکھا کہ احناف عراق، ہند، چین، ماوراء النہر، بلاد عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں۔^{۱۸۵}

سات آٹھ سو برس پہلے غیر منقسم ہندوستان کیلئے امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ایک شعر میں یہ خیال ظاہر کیا تھا

’ملک ہند کے کیا کہنے یہاں تو دریا سے مچھلی بھی مٹی ہی نکلتی ہے‘^{۱۸۶}

اور چار سو برس پہلے ایک عظیم مصلح شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے لکھا ہے، ہندوستان کے سارے رہنے والے اہلسنت و جماعت کے سچے عقیدے پر کار بند ہیں، یہاں بدعتیوں اور گمراہوں کا نام و نشان نہیں، سب پسندیدہ طریقہ حنفیہ رکھتے ہیں۔^{۱۸۷}

اور تقریباً ساڑھے تین سو برس پہلے اورنگ زیب عالمگیر (م ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۷ء) نے فقہ حنفی ہی کو اسلامی قانون سازی کیلئے موزوں پایا اور اس کو بنیاد بنایا۔

صحیحی محصلانی فتاویٰ عالمگیری کیلئے لکھتے ہیں، یہ کتاب ہمیشہ فقہ حنفی کا مشہور ماخذ رہی ہے۔ فتاویٰ کا یہ مجموعہ نیم سرکاری حیثیت رکھتا ہے۔^{۱۸۸}

مقالہ نگار انسائیکلو پیڈیا آف اسلام نے بھی لکھا ہے کہ مذہب حنفی سابق عثمانی ممالک تیونس، مصر، وسط ایشیا، افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند (پاکستان و بنگلہ دیش) اور ہند میں پھیلا ہوا تھا۔^{۱۸۹}

دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے، ترکی کے خلفاء کی حکومت چھ سو برس تک بر اعظم ایشیاء، افریقہ اور یورپ میں ایک عظیم سلطنت رہی ہے اس طویل عہد حکومت میں عملاً حنفی مسلک پر عمل کیا گیا۔^{۱۹۰}

اور الحمد للہ اب تو سابقہ صورتِ حال میں انقلاب آگیا احناف سارے جہاں کے مسلمان کی اکثریت اور سوادِ اعظم ہیں۔ استاد ابو زہرہ نے لکھا ہے، حنفی مذہب کوفہ سے شروع ہوا، علمائے بغداد نے پڑھا، پڑھایا، اسلامی ممالک مصر و شام، بلادِ روم و عراق، مادراء، النہر تک وسیع ہوئے پھر عربی ممالک کی حدود سے نکل کر سر زمین ہند و چین تک پہنچا۔ افریقہ و سسلی، مصر میں شافعی تھے یا مالکی۔ آرمینیا، آذربائیجان، تبریز، رے، ابوازیں حنفی غالب۔ فارس میں احناف کی کثرت تھی پھر اثناء عشری کا غلبہ ہونے لگا، پاک و ہند میں غالب اکثریت حنفی کی ہے شوافع ایک ملین سے زیادہ نہ ہوں گے اکثر حنفی ہیں۔^{۱۹۱}

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (۱۰۳۴ھ / ۱۶۲۳ء) نے سچ فرمایا، بلا تکلف و تعصب کہا جاسکتا ہے اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کا سوادِ اعظم (اکثریت) امام ابو حنیفہ کا منع ہے۔^{۱۹۲}

پروفیسر محمد ابو زہرہ، لاء کالج فواد یونیورسٹی، قاہرہ (مصر) محقق ہیں، لکھتے ہیں، یہ مذہب مشرق و مغرب تک پھیل گیا ہے۔ اس کے متبعین کی بڑی کثرت پائی جاتی ہے۔ اگر حنفی فقہ میں تخریج کا دروازہ کھول دیا جائے تو اب بھی علماء اس کے قواعد سے ایسے احکام استنباط کر سکتے ہیں جو اس کائنات ارضی پر بسنے والے تمام بنی نوع آدم کیلئے یکساں طور پر سازگار ہوں۔^{۱۹۳}

یہ اس فاضل فقیہ کے الفاظ ہیں جس نے امام مالک، احمد بن حنبل، امام شافعی اور ابن تیمیہ پر محققانہ کتابیں لکھی ہیں۔

۱۸۹۔ شارح انسا ئیکلو پیڈیا آف اسلام، لیڈن ۱۹۶۱ء، ص ۱۳۱

۱۹۰۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ص ۸۶

۱۹۱۔ ابو زہرہ مصری، حیات حضرت امام ابو حنیفہ (ترجمہ اردو) لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۶۹۵ خلاصہ

۱۹۲۔ شیخ احمد سرہندی، مکتوبات شریف، ج ۲، مکتبہ نمبر ۵۵

۱۹۳۔ ابو زہرہ، حیات امام ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۸۰ء، ص ۷۰۱، ۷۰۲

ڈاکٹر صبحی محمد صبیحی دورِ جدید میں مذہبِ حنفی کی عالم گیریت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں، جو ملک سلطنتِ عثمانیہ کے زیرِ حکومت رہی ہیں جیسے مصر، سوریہ، لبنان، ان کا مذہب بھی حکمرانوں کے عدل و قضا میں حنفی چلا آتا ہے۔ حکومتِ تونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیرِ اثر ممالک مثلاً شام و البانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی عبادات میں یہی ہے۔ اور مسلمانانِ بلقان و قفقاز بھی مسائلِ عبادات میں اس مذہب کے مقلد ہیں، اس طرح اہل افغانستان، ترکستان اور مسلمانانِ پاک و ہند اور بنگلہ دیش، چین میں بھی یہی مذہب غالب ہے اور اس مذہب کے پیرو دوسرے ملکوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں۔^{۱۹۳}

امیرِ کلیک ارسلان نے اپنی کتاب حسن السماعی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہ کی پیروی ہے۔ خود غیر مقلد علماء نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ / ۱۸۹۰ء)، مولوی ثناء اللہ امرتسری (م ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) اور مولوی محمد حسین بنالوی نے گروہ غیر مقلدین کو آٹے میں نمک کے برابر لکھا ہے۔^{۱۹۵}

حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوادِ اعظم کی پیروی کا حکم دیا۔^{۱۹۶} فرمایا، جماعت سے الگ ہونے والے کو بھیڑیا کھا جاتا ہے۔^{۱۹۷} نیز فرمایا، جو جماعت سے نکلا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔^{۱۹۸}

اتنے واضح ارشادات کے باوجود سوادِ اعظم کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں بنانا سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اگر حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرماتے ہیں کہ سب سے چھوٹی جماعت کی پیروی کرنا تو یقیناً غیر مقلدوں کی پیروی اسلام قرار پاتی مگر اس دور میں غیر مقلدین آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ نہیں نہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوادِ اعظم یعنی جماعتِ کثیر کے ساتھ رہنا اور سوادِ اعظم سنی حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی سب ان میں شامل ہیں۔ دعوت دینے کا حق صرف سوادِ اعظم کو ہے کیونکہ یہی صراطِ مستقیم پر ہے ان کے علاوہ جو دعوت دیتا ہے حقیقت میں سیدھے راستے سے ہٹاتا ہے۔ حکم یہی ہے کہ جس بات میں اختلاف ہو تو اللہ و رسول سے رجوع کیا جائے۔^{۱۹۹} حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا، میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان دونوں پر عامل رہو گے گمراہ نہ ہو گے، وہ کتابِ الہی اور میری سنت ہے۔^{۲۰۰}

۱۹۳۔ ڈاکٹر صبحی محمد صبیحی، فلسفہ شریعت اسلام، ص ۳۸

۱۹۵۔ نواب صدیق حسن خان، ترجمانِ وہابیہ، ص ۱۰۔ ثناء اللہ امرتسری، شمعِ توحید، ص ۴۰۔ محمد حسین بنالوی، اشاعۃ السنۃ، ج ۷، شمارہ ۱۲، ص ۳۷۰

۱۹۶۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب الایمان، باب الاعتصام، فصل نمبر ۲، حدیث نمبر ۳۵

۱۹۷۔ ایضاً، فصل نمبر ۲، حدیث ۳۵ / ۱۹۸۔ ایضاً، باب الابارۃ والقضاء، حدیث نمبر ۹

۱۹۹۔ قرآن حکیم، سورہ نساء، آیت نمبر ۵۹ / ۲۰۰۔ مشکوٰۃ شریف، ج ۱، لاہور ۱۹۸۶ء

قرآن حکیم بھی ہم کو تقلید کا حکم دے رہا ہے۔ حدیث پاک میں بھی سوادِ اعظم کی تقلید کا حکم ہے اور مؤرخین یہ بتا رہے ہیں کہ سوادِ اعظم کون ہیں، تلاش و جستجو کی بھی ضرورت نہیں، ان واضح حقائق کے بعد اگر کوئی سوادِ اعظم سے الگ جماعت تشکیل دیتا ہے تو احادیث میں اس کے واضح احکامات موجود ہیں نیز صحیح مسلم کی ایک حدیث میں سوادِ اعظم کے بالمقابل جماعت قائم کرنے والوں کی اہم نشانیاں بھی بتادیں جو قابلِ توجہ ہیں۔

فرمایا، وہ باتیں تمہارے پاس لائیں گے جو تم نے سنیں نہ تمہارے باپ دادا نے۔۔۔ اور یہ ہدایت فرمائی، ان سے دور بھاگو، انہیں اپنے سے دور رکھو، وہ تمہیں بہکانے دیں، کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔^{۲۰۱}

اللہ اکبر! وہ تو رؤف و رحیم ہیں جو ہونے والا تھا اس سے پہلے اپنے غلاموں کو پہلے ہی آگاہ فرما دیا۔

(9) غیر مقلدین تاریخ کے آئینے میں

کسی بھی شخصیت یا تحریک کی کردار کشی مؤرخانہ دیانت کے خلاف ہے۔ ہر انسان اللہ کا بندہ، حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت میں ہے، ان تین رشتوں کا خیال رکھنا چاہئے اس لئے راقم کی یہ کوشش رہتی ہے کہ جس زمانے کی اللہ نے قسم کھائی اس کی تاریخ دیانت دارانہ، غیر جانبدارانہ، عادلانہ اور مومنانہ انداز میں قلم بند کی جانی چاہئے تاکہ پڑھنے والا تاریخ کے صحیح پس منظر کی روشنی میں صحیح فیصلہ کر سکے اور کھرا کھوٹا الگ کر سکے۔

اس وقت ہم اہل حدیث (غیر مقلدین) کے بارے میں تاریخ کی روشنی میں کچھ عرض کریں گے۔

قرونِ اولیٰ میں 'اہل حدیث' یا 'صاحب الحدیث' ان تابعین یا تبع تابعین کو کہتے تھے جن کو احادیثِ زبانی یاد ہوتیں اور احادیث سے مسائل نکالنے کی قدرت رکھتے تھے۔ پوری اسلامی تاریخ میں اہل حدیث کے نام سے کسی فرقہ کا وجود نہیں ملتا۔ اگر مسلک کے اعتبار سے اہل حدیث لقب اختیار کرنے کی گنجائش ہوتی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بسنتی نہ فرماتے بلکہ علیکم بحدیثی فرماتے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثِ پاک سے 'اہل سنت' لقب اختیار کرنے کی تائید ہوتی ہے 'اہل حدیث' کی تائید نہیں ہوتی جیسا کہ عرض کیا گیا ہے پہلے علم حدیث کے ماہرین کو اہل حدیث کہتے تھے مگر ہر کس و ناکس کو کہنے لگے، صاحب طراز ادیبوں، مصنفوں کو اہل قلم کہتے ہیں۔ کیسی عجیب اور نامعقول بات ہوگی اگر ہر جاہل و غبی خود کو اہل قلم کہلوانے لگے؟

پاک و ہند میں لفظ 'اہل حدیث' کی ایک سیاسی تاریخ ہے جو نہایت ہی تعجب خیز اور حیران کن ہے۔ برصغیر میں اس فرقے کو پہلے وہابی کہتے تھے جو اصل میں غیر مقلد ہیں چونکہ انہوں نے انقلاب ۱۸۵۷ء سے پہلے انگریزوں کا ساتھ دیا اور برصغیر میں برطانوی اقتدار قائم کرنے اور تسلط جمانے میں انگریزوں کی مدد کی۔ انگریزوں نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد تو اہل سنت پر ظلم و ستم ڈھائے لیکن ان حضرات کو امن و امان کی ضمانت دی۔

سر سید احمد خان (م ۱۳۱۵ھ / ۱۸۹۸ء) کے بیان سے جس کی تائید ہوتی ہے، انگلش گورنمنٹ ہندوستان میں اس فرقے کیلئے جو وہابی کہلایا ایک رحمت ہے جو سلطنتیں اسلامی کہلاتی ہیں ان میں بھی وہابیوں کو ایسی آزادی مذہب ملنا دشوار ہے بلکہ ناممکن ہے سلطان کی عملداری میں وہابیوں کا رہنا مشکل ہے اور مکہ معظمہ میں تو اگر کوئی جھوٹ موٹ بھی وہابی کہہ دے تو اسی وقت جیل خانے یا حوالات میں بھیجا جاتا ہے۔ پس وہابی جس آزادی مذہب سے انگلش گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں رہتے ہیں دوسری جگہ ان کو میسر نہیں۔ ہندوستان ان کیلئے دارالامن ہے۔^{۲۰۲}

یہ اس شخص کے تاثرات ہیں جو ہندوستانی سیاست بلکہ عالمی سیاست پر گہری نظر رکھتا تھا۔ ہندوستان میں ان حضرات کو امن ملتا اور سلطنت عثمانیہ میں نہیں (جو مسلمانوں کی عظیم سلطنت تھی ایشیاء، یورپ، افریقہ تک پھیلی ہوئی) امن نہ ملتا اس حقیقت کی روشن دلیل ہے کہ ان حضرات کا تعلق انگریزوں سے رہا تھا۔ آل سعود کی تاریخ پر جن کی گہری نظر ہے ان کو معلوم ہے کہ انہیں حضرات نے سلطنت اسلامیہ کے سقوط اور آل سعود کے اقتدار میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ کوئی الزام نہیں تاریخی حقیقت ہے جو ہمارے معصوم نوجوانوں کو معلوم نہیں ہے۔ اور نہ بتائی جاتی ہے کیونکہ ہماری تاریخ بھی مصلحتوں کا شکار رہی ہے۔

خود اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین بنالوی (جنہوں نے انگریزی اقتدار کے بعد برصغیر کے غیر مقلدوں کی وکالت فرمائی) کی اس تحریر سے سر سید احمد خان کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے، وہ فرماتے ہیں، اس گروہ اہل حدیث کے خیر خواہ وفاداری رعایا برٹش گورنمنٹ ہونے پر ایک بڑی اور روشن دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے زیر حمایت رہنے کو اسلامی سلطنتوں کے ماتحت رہنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔^{۲۰۳}

آخر کیا بات ہے کہ اسلام کے دعویدار ایک فرقے کو خود مسلمانوں کی سلطنت میں وہ امن نہیں مل رہا ہے جو اسلام کے دشمنوں کی سلطنت میں مل رہا ہے۔ ہر ذی عقل اس کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے اس کیلئے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

ملکہ وکنور یہ کہ جشنِ جوہلی پر مولوی حسین بٹالوی نے جو سپاس نامہ پیش کیا اس میں بھی یہ اعتراف موجود ہے۔
آپ نے فرمایا، اس گروہ کو اس سلطنت کے قیام و استحکام سے زیادہ مسرت ہے اور ان کے دل سے مبارک بادی کی صدائیں زیادہ زور کے ساتھ نعرہ زن ہیں۔^{۲۰۳}

یہی بزرگ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں، جو 'اہل حدیث' کہلاتے ہیں وہ ہمیشہ سے سرکارِ انگریز کے نمک حلال اور خیر خواہ رہے ہیں اور یہ بات بار بار ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط و کتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے۔^{۲۰۵}

یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے ہمیشہ ڈر لگتا رہتا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے فوراً بعد انگریزوں کے مفاد میں اس جذبہ کو سرد کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے جہاد کے خلاف ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۶ء میں ایک رسالہ 'الاقتصاد فی مسائل الجہاد' تحریر فرمایا جس پر بقول مسعود عالم ندوی حکومتِ برطانیہ نے مصنف کو انعام سے نوازا۔^{۲۰۶}

آپ نے بار بار لفظ 'اہل حدیث' سنا جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس فرقہ کو پہلے 'وہابی' کہتے تھے انگریزوں کی اعانت اور عقائد میں سلف صالحین سے اختلاف کی بناء پر برصغیر کے لوگ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد ان سے نفرت کرنے لگے اس لئے وہابی نام بدلوا کر 'اہل حدیث' نام رکھنے کی درخواست کی گئی۔ یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

بناء بریں اس فرقے کے لوگ اپنے حق میں اس لفظ (وہابی) کے استعمال پر سخت اعتراض کرتے ہیں اور کمالِ ادب و انکساری کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں وہ سرکارِ طور پر اس لفظ 'وہابی' کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے اور ان کو 'اہل حدیث' کے نام سے مخاطب کیا جائے۔^{۲۰۷}

۲۰۳۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۷، ج ۹ ص ۲۰۵

۲۰۵۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۲، ج ۱۱، ص ۱۸۵، ص ۲۳-۲۶

۲۰۶۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۲۹۔ ایوب قادری، جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء، کراچی ۱۹۷۶ء، ص ۶۳-۶۷

۲۰۷۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۲، ج ۱۱، ص ۱۸۸، ص ۶۹

حکومتِ برطانیہ کے نام مولوی محمد حسین بنالوی کی انگریزی درخواست کا اردو ترجمہ جس میں حکومتِ برطانیہ سے 'وہابی' کی جگہ 'اہل حدیث' نام منظور کرنے کی درخواست کی گئی ہے۔

ترجمہ درخواست برائے الاٹمنٹ نام المحدثہ و منسوخ لفظ وہابی

اشاعۃ السنہ آفس لاہور

از جناب ابوسعید محمد حسین لاہوری، ایڈیٹر اشاعۃ السنہ و وکیل اہل حدیث ہند

بخدمت جناب سیکرٹری گورنمنٹ۔۔۔ میں آپ کی خدمت میں سطور ذیل پیش کرنے کی اجازت اور معافی کا خواست گار ہوں۔
 ۱۸۸۶ء میں میں نے ایک مضمون اپنے ماہواری رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا جس میں اس بات کا اظہار تھا کہ لفظ وہابی جس کو عموماً باغی و نمک حرام کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے لہذا اس لفظ کا استعمال مسلمانانِ ہندوستان کے اس گروہ کے حق میں جو اہل حدیث کہلاتے ہیں اور وہ ہمیشہ سے سرکارِ انگریز کے نمک حلال و خیر خواہ رہی ہیں، اور یہ بات (سرکار کی وفاداری و نمک حلالی) بارہا ثابت ہو چکی ہے اور سرکاری خط و کتابت میں تسلیم کی جا چکی ہے، مناسب نہیں (خط کشیدہ جملے خاص طور پر قابلِ غور ہیں)۔

بناء بریں اس فرقہ کے لوگ اپنے حق میں اس لفظ کے استعمال پر سخت اعتراض کرتے ہیں۔ اور کمالِ ادب و انکساری کے ساتھ، گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ (ہماری وفاداری، جاں نثاری اور نمک حلالی کے پیش نظر) سرکاری طور پر اس لفظ وہابی کو منسوخ کر کے اس لفظ کے استعمال سے ممانعت کا حکم نافذ کرے، اور ان کو اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے اس مضمون کی ایک کاپی بذریعہ عرضداشت میں (محمد حسین بنالوی) نے پنجاب گورنمنٹ میں پیش کی اور اس میں یہ درخواست کی کہ گورنمنٹ اس مضمون کی طرف توجہ فرماوے، اور گورنمنٹ ہند کو بھی اس پر متوجہ فرماوے اور اس فرقہ کے حق میں استعمال لفظ وہابی سرکاری خط و کتابت میں موقوف کیا جاوے اور اہل حدیث کے نام سے مخاطب کیا جاوے۔ اس درخواست کی تائید کیلئے اور اس امر کی تصدیق کیلئے کہ یہ درخواست کل ممبرانِ اہل حدیث پنجاب و ہندوستان کی طرف سے ہے (پنجاب و ہندوستان کے تمام غیر مقلد علماء یہ درخواست پیش کرنے میں برابر کے شریک ہیں) اور ایڈیٹر اشاعت السنہ ان سب کی طرف سے وکیل ہے۔
 (محمد حسین بنالوی) نے چند قطعاتِ محضر نامہ گورنمنٹ پنجاب میں پیش کئے، جن پر فرقہ اہل حدیث تمام صوبہ جات ہندوستان کے دستخط ثبت ہیں۔ اور ان میں اس درخواست کی بڑے زور سے تائید پائی جاتی ہے۔

چنانچہ آئربیل ممبر چارلس اپجی سن صاحب بہادر، جو اس وقت پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر تھے، گورنمنٹ ہند کو اس درخواست کی طرف توجہ دلا کر اس درخواست کو باجائز گورنمنٹ ہند منظور فرمایا، اور اس استعمال لفظ وہابی کی مخالفت اور اجراء نام اہل حدیث کا حکم پنجاب میں نافذ فرمایا جائے۔

میں ہوں آپ کا نہایت ہی فرمانبردار خادم

ابو سعید محمد حسین

ایڈیٹر 'اشاعت السنہ' (اشاعت السنہ ص ۲۴ تا ۲۵۔ شمارہ ۲۔ جلد نمبر ۱۱)

یہ درخواست گورنر پنجاب سر چارلس اپجی سن کو دی گئی اور انہوں نے تائیدی نوٹ کے ساتھ گورنمنٹ آف انڈیا کو بھیجی اور وہاں سے منظوری آگئی اور ۱۸۸۸ء میں حکومت مدراس، حکومت بنگال، حکومت یوپی، حکومت سی پی، حکومت بمبئی وغیرہ نے مولوی محمد حسین کو اس کی اطلاع دی۔

سر سید احمد خان نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں، جناب مولوی محمد حسین نے گورنمنٹ سے درخواست کی تھی کہ اس فرقے کو جو درحقیقت اہل حدیث ہے، گورنمنٹ اس کو 'وہابی' کے نام سے مخاطب نہ کرے۔ مولوی محمد حسین کی کوشش سے گورنمنٹ نے منظور کر لیا ہے کہ آئندہ گورنمنٹ کی تحریرات میں اس فرقے کو 'وہابی' کے نام سے تعبیر نہ کیا جاوے بلکہ 'اہل حدیث' کے نام سے موسوم کیا جاوے۔^{۲۰۸}

اب آپ کو تاریخ کی روشن میں فرقہ اہل حدیث (جو اصل میں غیر مقلد ہے) کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ یہ فرقہ اہلسنت کا سخت مخالف ہے اور اجتہاد کا دعویٰ کرتا ہے۔

فلسطین کے مشہور عالم اور جامعہ ازہر مصر کے استاد علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی (م ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء) جو نابلس کے قاضی اور محکمہ انصار کے وزیر بھی رہ چکے ہیں۔ فرماتے ہیں، وہ مدعی اجتہاد ہیں مگر زمین میں درپے فساد ہیں، اہل سنت کے مذاہب میں سے کسی مذاہب پر بھی گامزن نہیں ہوتے۔ شیطان ان میں سے نئی نئی جماعتیں تیار کرتا رہتا ہے جو اہل اسلام کیساتھ برسرِ پیکار ہیں۔^{۲۰۹}

اس اقتباس میں محکمہ انصاف کے اس وزیر اور جج نے تین باتیں فرمائی ہیں:-

۱۔ اہلسنت کے مذاہب میں سے یعنی نہ حنفی نہ مالکی نہ حنبلی نہ شافعی۔۔۔ یہ سب اہلسنت ہیں۔

۲۔ شیطان ان میں سے نئی نئی جماعتیں تیار کرتا رہتا ہے۔ یہ بات اگرچہ بہت تلخ ہے مگر حقیقت ہے۔ اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے حیرت انگیز انکشاف فرمایا۔

تعب کی بات ہے فتنہ انگارِ حدیث نے اہل حدیث کی مسجد سے جنم لیا جو بانی مذاہب کا ہیڈ کوارٹر رہا۔^{۲۱۰}

آج کل بعض جماعتیں اس فکر کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ تاریخ کی روشنی میں آپ پڑھ چکے ہیں اس فرقے کا تعلق دشمنانِ اسلام انگریزوں سے رہا، اہل قرآن چونکہ انہیں میں سے نکلے وہ بھی اس درخت کی شاخ ہیں۔

۳۔ تیسری بات جو فرمائی، اہل اسلام کے ساتھ برسرِ پیکار رہے۔ اس کی تصدیق تحریک بالا کوٹ ۱۸۷۶ء / ۱۸۳۰ء^{۲۱۱}

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کی اعانت کرنے اور انگریزوں کی مدد سے آلِ سعود کی حکومت قائم کرنے اور مسلمانوں کا بے دریغ خون بہانے سے ہوتی ہے۔^{۲۱۲} (تاریخ کا یہ خونِ باب چھپا ہوا ہے، ہمارے جواب بے خبر ہیں)۔ اس وقت عالمی سطح پر اہل سنت کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہیں اس لئے وزیر انصاف نے جو کچھ فرمایا وہ قابلِ توجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں شیطانی فتنوں سے آگاہ فرمایا:

اے آدم کی اولاد! خبردار شیطان تمہیں فتنے میں نہ ڈالے جس نے تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا۔
بے شک ہم نے شیطان کو ان کا دوست کہا جو ایمان نہیں لائے۔^{۲۱۳}

۲۰۹۔ شواہد الحق، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۳۹

۲۱۰۔ اشاعۃ السنۃ، لاہور، شمارہ ۸، ج ۱۹، ص ۲۵۲

۲۱۱۔ وحید احمد مسعود، سید احمد شہید کی صحیح تصویر، لاہور ۱۹۶۷ء، زید ابوالحسن فاروقی، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، دہلی ۱۹۸۳ء

۲۱۲۔ حسین احمد مدنی، نقشِ حیات، ۱۹۷۹ء کراچی، ج ۲، ص ۴۱۹ / دیگر مآخذ

۲۱۳۔ قرآن حکیم، سورہ اعراف، آیت نمبر ۲

اس ساری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ 'اہل حدیث' کی باتیں سننے اور ان کے ہم نوا ہونے سے پہلے ان کی ابتدا، ماضی کی کارکردگی اور موجودہ طرز عمل اور اس کے نتائج کو ضرور سامنے رکھنا چاہئے۔ خود اہل حدیث کے جو ان بھی جو ان تلخ حقائق سے پہلی مرتبہ باخبر ہوئے ہوں اپنے فکر و عمل پر سنجیدگی سے ضرور غور فرمائیں۔ اہل حدیث عالم نواب وحید الزماں خان نے اس فرقے کے طرز عمل پر تنقید فرمائی ہے جو خود اہل حدیث کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ آپ نے فرمایا، ہمارے اہل حدیث بھائیوں نے ابن تیمیہ اور ابن قیم اور شوکانی (م ۱۲۵۰ھ / ۱۸۳۳ء) اور شاہ ولی اللہ اور اسماعیل شہید (م ۱۲۴۲ھ / ۱۸۳۱ء) کو دین کا شکیکہ دار بنا رکھا ہے جہاں کسی مسلمان نے ان بزرگوں کے خلاف قول کو اختیار کیا بس اس کے پیچھے پڑ گئے اور برا بھلا کہنے لگے۔ بھائیو! ذرا غور تو کرو اور انصاف کرو جب تم نے ابو حنیفہ، شافعی کی تقلید چھوڑ دی تو ابن تیمیہ اور شوکانی جو ان سے بہت متاخر ہیں ان کی تقلید کیوں ضروری ہے؟^{۲۱۲}

اس اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ غیر مقلد کو بھی تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ جب مقصد ہی اختلاف و فساد ہو تو پھر کوئی معقول بات تسلیم نہیں کی جاتی حالانکہ تسلیم کرنے کی صورت میں فساد و اختلاف ختم ہو جاتے ہیں۔

بہر حال یہ حقائق پڑھ کر ہمارے جو ان اپنے دل سے یہ ضرور پوچھیں گے کہ وہ حق پر تھے جنہوں نے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کا ساتھ دیا، یا وہ حق پر تھے جنہوں نے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کا ساتھ نہ دیا اور اپنے بلند کردار اور اخلاق سے یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کو مشرف باسلام۔۔۔؟ افسوس صد افسوس دشمنان اسلام نے خود ہمارے ہاتھوں ہماری تاریخ کو ایسا غبار آلود کر دیا کہ غبار ہٹانے میں بھی برسوں لگ جاتے ہیں پھر جو حقائق معلوم ہوتے ہیں تو عقل حیران ہو جاتی ہے۔ اپنے عقل و شعور پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے، پہلی اُمّتوں کی بیماری حسد و بغض تم میں سرایت کر گئی ہیں یہ مونڈنے والی بیماری ہے۔ میں نہیں کہتا کہ وہ باتوں کو مونڈتی ہے بلکہ وہ زمین کا صفایا کر دیتی ہیں۔^{۲۱۵} حسد و بغض دو برائیاں ہیں جو انسانی وجود میں ہیں۔

فَالْهَمَّا فَبُورْهَا وَتَّوْبَا^{۲۱۶}

سازشی انہی خواہیدہ برائیوں کو مختلف حربوں سے ابھارتے ہیں پھر جس کے خلاف چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کے خلاف ابھارا گیا تاکہ اسلام کی سرسبز و شاداب زمین صاف ہو جائے اور اس میں دوبارہ پودانہ لگ سکے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، 'زمین کا صفایا کر دیتی ہے'۔ ایک بڑی نفسیاتی حقیقت کا انکشاف فرمایا۔

۲۱۲۔ محمد حلیم چشتی، حیات وحید الزماں، کراچی، ص ۱۰۲ / ۲۱۵۔ زید ابوالحسن فاروقی، سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۲۹

۲۱۶۔ قرآن حکیم، سورہ شمس، آیت نمبر ۸

تقلید سے فرار کا رجحان دور غلامی کی یاد گار ہے۔ جب دشمنانِ اسلام نے عالم اسلام میں قدم رکھا تو غیر منقسم ہندوستان میں بھی انگریزوں کی خیر خواہ ایک جماعت پیدا ہوئی جس کو 'دہلی' کہا جاتا تھا۔ اس جماعت کے عمائدین نے انگریز حاکموں سے درخواست کی کہ ان کو دہلی کے بجائے اہل حدیث کہا جائے، درخواست منظور کی۔ چونکہ اس جماعت کے اکابرین نے انگریزوں کی مدد کی تھی اس کے صلے میں انگریز حاکموں نے اس جماعت کا نام اہل حدیث رکھ دیا۔^{۲۱۷} یہ نام نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ خیر القرون میں نظر آتا ہے اور نہ تاریخ میں ہے اس لئے اہل نظر اس نام کو 'بدعت' کہتے ہیں اور وہ بھی بدعتِ سنہ کیونکہ اس سے ملتِ اسلامیہ کی وحدت میں رخنہ پڑا اور وہ ایک کھڑی میں بٹ گئی۔ افسوس ہم نے خواہشِ نفس کو اپنا امام بنایا اور اس راہ پر چل نکلے جس راہ پر نفس نے ہماری رہنمائی کی۔ افسوس ہم نے صاف صاف فرما دیا۔

اور بہتیرے اپنی خواہش سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔^{۲۱۸}

قرآن کریم میں بار بار خواہشات پر نہ چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔^{۲۱۹}

ایک جگہ ارشاد ہو رہا ہے:

تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ پڑو۔^{۲۲۰}

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

تم فرماؤ اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو

جو پہلے گمراہ ہو چکے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔^{۲۲۱}

متعدد آیات میں خواہشاتِ نفس پر چلنے والوں کا ذکر کیا اور خواہش پر چلنے سے منع کیا ہے۔^{۲۲۲} ہم نے خواہش پر چلنے کو حدیث پر چلنا قرار دیا، اور اہل حدیث مشہور ہوئے۔

۲۱۷۔ خط حکومت برطانیہ، نمبر ۳۸۶، مورخہ ۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء، بنام حکومت یوپی

۲۱۸۔ قرآن حکیم، سورۃ النعام، آیت نمبر ۱۱۹

۲۱۹۔ قرآن حکیم، سورۃ کہف، آیت نمبر ۲۸

۲۲۰۔ قرآن حکیم، سورۃ نساء، آیت نمبر ۱۳۵

۲۲۱۔ قرآن حکیم، سورۃ مائدہ، آیت نمبر ۷۷

۲۲۲۔ قرآن حکیم، سورۃ محمد، آیت نمبر ۱۳-۱۶۔ سورۃ النعام، آیت نمبر ۵۶۔ سورۃ مائدہ، آیت نمبر ۳۹

ہمارا حال عجیب ہے، جب بات صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کی تقلید کی آتی ہے تو ہمارا تنقیدی شعور بیدار ہو جاتا ہے اور جب بات کفار و مشرکین، یہود و نصاریٰ اور ملحدین کی تقلید کی آتی ہے تو ہمارا تنقیدی شعور سو جاتا ہے۔ عقل پوچھتی ہے یہ تنقیدی شعور مسلم ہے یا غیر مسلم! ہمارے شعور کا رنگ ڈھنگ اور خوبو تو کچھ غیر مسلموں کی سی ہے۔ ہم یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کے قوانین ماننے اور اپنی حکومتوں میں نافذ کرنے کیلئے تیار ہیں مگر جب بات امام ابو حنیفہ کے مرتبہ قانون شریعت کی آتی ہے تو اعتراضات ہونے لگتے ہیں۔ ہمیں اللہ کے محبوبوں کے بنائے ہوئے قوانین پر اعتراض ہے، ہمیں اللہ کے مغضوبوں کے بنائے ہوئے قانون پر اعتراض نہیں۔ ہمارا کیا حال ہو گیا؟ سوچیں تو سہی! خوب غور فرمائیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا زمانہ، پھر اس کے بعد کا زمانہ۔^{۲۲۳} خیر القرون کے محدثین و فقہاء اطاعت کے زیادہ مستحق ہیں یا شر القرون کے علماء و دانشور؟ عقل سلیم جواب مانگتی ہے؟ آپ خود جواب دیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہم چاروں طرف سے عالمی سازشوں میں گھرے ہوئے ہیں جس کا واحد مقصد ہماری نظروں میں ہم کو گرانا ہے تاکہ حال میں کمتری کا شکار ہوں اور مستقبل میں سر نہ اٹھا سکیں۔ آپ غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں اور موجودہ صورتِ حال کا گہری نظر سے جائزہ لیں۔ کبھی قرآن حکیم کے الفاظ و حروف کو کلام الہی نہ کہہ کر ہم کو قرآن کی تکریم و تعظیم سے روکا جاتا ہے حالانکہ خود قرآن میں بار بار قرآن کی تکریم و تعظیم کا ذکر کیا گیا ہے اور ہدایت کی گئی ہے۔^{۲۲۲} کبھی قرآن پر زور دے کر تفسیری سرمایہ کا انکار کیا جاتا ہے تاکہ مجتہدین اور فقہ کا سارا سرمایہ بے اعتبار ہو کر رہ جائے۔ کبھی محدثین پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ سارے محدثین اور حدیث کا سارا سرمایہ مشکوک بن کر رہ جائے۔ کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شخصیت کے خدوخال اور فضائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) عام انسان کی صف میں لاکھڑا جاتا ہے تاکہ سیرت اور متعلقات سیرت کا سارا ذخیرہ نظروں سے گر جائے۔^{۲۲۵} کبھی نعت پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ ادب کی اس اہم صنف سخن کا سارا ادبی سرمایہ بے وقعت ہو کر رہ جائے۔ کبھی اولیاء پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ ان کی سوانح اور تصانیف کا عظیم سرمایہ بے وقعت ہو کر رہ جائے۔ کبھی علمائے حق پر اعتراض کیا جاتا ہے تاکہ ان کی کوششوں کو خاک میں ملا دیا جائے اور ان کی بھاری بھر کم شخصیات نظروں سے گر جائیں۔ جامع اور متنوع موضوعات پر ان کی تصانیف کا عظیم سرمایہ بے وزن ہو کر رہ جائے۔ یہ سارا سرمایہ عربی و فارسی میں ہے۔ عربی و فارسی کے پڑھنے والے طلبہ ایک عرصہ ہو اکالہجوں اور اسکولوں میں نظر نہیں آتے۔ عربی، فارسی ہمارے علم و دانش کی کنجیاں ہیں اور ہماری ملی وجود کی دو آنکھیں ہیں۔ اس سے محروم ہونگے تو گویا بینائی سے محروم ہونگے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کس دھیمے انداز سے ہمارے اکابر و اسلاف اور ہمارے علمی سرمایہ کو نظروں سے گرایا جا رہا ہے۔ ہمارے کتب خانے علم و دانش سے بھرے ہوئے ہیں مگر ہماری نظروں سے گرے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے جب یورپ کے کتب خانوں میں ہمارے ان مشاہیر کی کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ دیکھا تو ان کی غیرت نے لاکڑا اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا۔

مگر وہ علم کے موتی تمہیں اپنے آباء کی جو دیکھو ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سی پارا

ہمارے دشمنوں نے ہم کو لوٹ کر اپنے ایوانوں کو سجایا۔ ہماری فکر و دانش سے اپنے چراغ روشن کئے مگر ہماری آنکھوں کی بصارت چھین لی۔ جس شاندار علمی ذخیرے کو دیکھ کر اقبال کا جگر پارہ پارہ اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا اس عظیم ذخیرے کی عظمت ہمارے دلوں سے نکالی جا رہی ہے۔ اس ذخیرے کے مصنفین، مؤلفین کو کافرو مشرک ثابت کیا جا رہا ہے۔ ان سازشوں کا مقصد ایک ہے کہ ہم کو ہمارے ماضی سے جدا کر دیا جائے تاکہ دشمنان اسلام اپنے مقاصد کیلئے ہم کو استعمال کر سکیں۔ جو تحریک ہم کو ماضی سے جدا کر دے جو تحریک ہماری نظروں میں ہمارے شاندار ماضی اور ہمارے مشاہیر کو بے وقعت کر دے وہ کوئی اسلامی تحریک نہیں ہو سکتی، سازش ضرور ہو سکتی ہے! عقل سلیم یہی کہتی ہے۔

۲۲۳۔ قرآن حکیم، سورہ ص، آیت نمبر ۱۳۔ سورہ حجر، آیت نمبر ۸۔ سورہ واقعہ، آیت نمبر ۵۶۔ سورہ بروج، آیت نمبر ۲۱۔ سورہ ہینہ، آیت نمبر ۲۔

(نوٹ) ایک کام اور کیا جا رہا ہے، سارے ملک میں تعلیم القرآن کا جال بچھا کر اس کی آڑ میں اپنے مخصوص عقائد پھیلانے جا رہے ہیں، جو اس کیلئے تیار نہیں، اس کو قرآن پڑھانے سے انکار کر دیا جاتا ہے۔

۲۲۵۔ معلومات کا جال بھی بچھایا جا رہا ہے، ان کو عالمہ فاضلہ ظاہر کیا جاتا ہے جبکہ دین کے بارے میں ان کی معلومات نہایت ہی محدود ہوتی ہیں۔ چونکہ خطاب ایسی خواتین سے ہوتا ہے جو دین کا علم نہیں رکھتیں اس لئے چپ چپ سخی رہتی ہیں۔ ایک خاتون معلّمہ نے فرمایا کہ "قیام" کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا، حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور امام ابو حنیفہ اُٹھے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونے لگے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ۱۱ھ میں پردہ فرمایا اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں اس کھلی حقیقت کے باوجود خاتون نے اپنی بات بنانے کیلئے یہ حدیث گھڑ لی۔ اس خاتون کو نہیں معلوم جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غلط بات منسوب کرے اس کا ٹھکانہ بغدادی حدیث شریف جہنم ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کس بے ڈھنگے طریقے سے مومنین کو سلام و قیام سے روکا جاتا ہے حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آخری عمل یہی تھا، مرد وزن، بچے بوڑھے سب نے باری باری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور صلوٰۃ و سلام پیش کیا پھر آپ کو گدھ میں اتار دیا گیا۔

پیش نظر مقالہ آخری مراحل پر تھا کہ کویت کے سابق وزیر داخلہ سید یوسف ہاشم رفاعی کا علماء مجد کے نام ایک درد انگیز پیغام نظر سے گزرا جو ابو عثمان قادری نے اردو میں ترجمہ کیا ہے اور صفحہ اکیڑی، لاہور نے ۱۹۹۹ء میں شائع کیا ہے۔ اس خط میں رفاعی صاحب نے بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جن دشمنان اسلام کے عزائم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو مسلمان حکومتوں کے ہاتھوں پورے کرائے جارہے ہیں۔ رفاعی صاحب نے سعودی حکومت میں رہ کر پچھتم خود جو مشاہدات کئے ہیں وہ بڑی دل سوز سے قلم بند کئے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:-

توحید پرستوں پر شرک کی تہمت لگانا، مسلمانوں کی تکفیر کرنا، ائمہ اربعہ کی تقلید سے روکنا، مخصوص ذہنیت کے حامل مولویوں کو عوام پر مسلط کرنا، حرمین شریفین میں عالم اسلام کے مقتدر علماء کو تقریر کی اجازت نہ دینا، سرکاری کارندوں کا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر مواجہ شریف سے پیٹھ پھیر کر بے ادبی سے کھڑا ہونا، مشاہیر اسلام کی قبروں کو شہید کرنا، توسل، زیارت اور میلاد کے قائلین کو سزا میں دینا، درود و سلام کی کتابوں پر پابندی لگانا، غیر شرعی مجالس پر پابندی نہ لگانا، اپنی رائے دوسروں پر مسلط کرنا، مسجد نبوی شریف میں رنگ و روغن کے بہانے نعتیہ اشعار مٹانا، جس شخص نے روضہ اطہر کی تعمیر کو بدعت کہا اور اس کو مسجد نبوی سے ٹکانے کی تجویز کی، اس کو اعزاز اور ڈگری دینا، اکابر اہل سنت کی کتابوں میں علمی خیانت اور تحریف کرنا، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو گرا کر وہاں بیت الخلاء بنانا، ولادت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جگہ چوپائے باندھنا، چھوٹے چھوٹے لڑکوں اور بیوقوفوں کو اکابر اہل سنت اور ائمہ اربعہ کے خلاف بولنے کی کھلی چھٹی دینا، مدینہ منورہ میں یونیورسٹی قائم کر کے طلبہ کے ذہنوں کو منحرف کرنا اور ان کو والدین کے خلاف صف آراء کرنا اور ان کا اپنے والدین کو کافر و مشرک سمجھنا، اولیاء اللہ کو کافر و مشرک خیال کرنا، پہلے سے مقرر عرب علماء اہل سنت کو حرم شریف میں تقریری سے باز رکھنا حتیٰ کہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی پر کفر کا فتویٰ دے کر ان کے قتل کی سازش کرنا وغیرہ وغیرہ۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ان ساری باتوں میں ملت اسلامیہ، اکابر ملت اسلامیہ اور ملت اسلامیہ کے آثار کی توہین و توقیر کا سامان موجود ہے۔ اس پیغام میں ان حقائق کے علاوہ اور بہت سے حقائق ہیں۔ یہ کسی متعصب و غبی عجمی کی تحریر نہیں، یہ ایک اہم سرکاری عہدے پر فائز رہنے والے عرب عالم کی تحریر ہے اس لئے قابل توجہ ہے۔ اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے خلاف سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد دشمنان اسلام کے عزائم کو پورا کرنا ہے۔ اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ تحریک گھروں کو اجاڑنے والی اور شہروں کو ویران کرنے والی ہے۔ یہ بات جذبہ نفسانی سے نہیں کہہ رہا تاریخ کے گہرے مطالعہ نے اس اظہار خیال پر مجبور کیا ہے اگر کسی کو برا لگے تو راقم معذرت خواہ ہے۔ مولیٰ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقل سلیم اور دشمنان اسلام کے عزائم کا ادراک عطا فرمائے تاکہ ہم سب صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں۔ آمین ثم آمین

کاش ہم عالمی حالت پر وہ بصیرت پیدا کریں جو ہم کو نیند سے جگا دے! اس وقت ہمیں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ جو ہر ایمان کو سنبھالنے کی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگنے کی ضرورت ہے۔ صدیوں سے ہمارے اکابر جس صراطِ مستقیم پر چلتے رہے اس صراطِ مستقیم پر چلنے کی ضرورت ہے۔ ہر ہاتھ جھٹک کر دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھامنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت ملتِ اسلامیہ ذہنی خلجان کی وجہ سے مختلف فرقوں میں بٹی ہوئی اور بٹی جا رہی ہے۔ اس تقسیم در تقسیم کے عمل کو ختم ہونا چاہئے۔ اس کا حل یہی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس ہدایت پر عمل کریں، سوادِ اعظم کی پیروی کرو۔^{۲۲۶} ہم تلاش کریں کہ سوادِ اعظم کہاں ہے، حقائق سے منہ نہ موڑیں، جو نظر آتا ہے وہ دیکھیں اور دوسروں کو بھی دکھائیں، انفرادی و اجتماعی انا ختم کر کے سوادِ اعظم کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں۔ یہی حق پر ہیں اس کیلئے زبانِ پکار پکار کے کہہ رہی ہے: اے ایمان والو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو۔^{۲۲۷}

اللہ یہ فرمائے ایک ہو جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں کہ سوادِ اعظم کے ساتھ ہو جاؤ، متحد ہو جاؤ اور ہم اپنی الگ ٹکڑی بنا کر اللہ کی یہ وعید سننے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اور بہتیرے اپنی خواہش سے گمراہ کرتے ہیں بے جانے۔ بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔^{۲۲۸} حد سے بڑھنے والا وہی ہے جو اللہ و رسول کے حکم کو نظر انداز کر کے اپنی چھوٹی سی ٹکڑی الگ بنائے۔ عقل یہی کہتی ہے۔ انہی کے دامن سے وابستہ رہیں جو اہل بیت و صحابہ، ائمہ مجتہدین و محدثین، علماء و فقہاء کے دامن سے صدیوں سے وابستہ رہتے چلے آ رہے ہیں اور ہرگز ہرگز اس صراطِ مستقیم سے منہ نہ پھیریں۔ اس سے روگردانی نادانی ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں فرمایا: اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سو اس کے جودل کا احق ہے۔^{۲۲۹}

عقل کا احق نہ فرمایا، دل کا احق فرمایا، یعنی جس کی عقل تو خوب کام کرتی ہے مگر دل ویران ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو درشن دل عطا فرمائے اور ہم صراطِ مستقیم پر چلتے رہیں۔ آمین

احقر محمد مسعود احمد عفی عنہ

۲ / ۱۷ - سی

پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی

کراچی۔ سندھ

(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۱۴۲۰ھ / ۱۹۹۹ء

۲۲۶۔ مشکوٰۃ شریف، کراچی، ص ۳۰ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب السوادِ اعظم، ص ۳۰۳

۲۲۷۔ قرآن حکیم، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۰۳

۲۲۸۔ قرآن حکیم، سورۃ النعام، آیت نمبر ۱۱۹

۲۲۹۔ قرآن حکیم، سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۱۳۰

ماخذ و مراجع

۱	قرآن حکیم	اللہ رب العالمین جل جلالہ
۲	ابن حجر مکی	الخیرات الحسان فی مناقب النعمان
۳	ابن الطبرانی	اقتضیٰ الرسول (تحقیق و تفسیر ضیاء الرحمن اعظمی)، منصورہ، لاہور
۴	ابن عبد البر القرطبی	جامع بیان العلم وفضله، مصر
۵	ابن عبد البر القرطبی	انتقائی الائمة الثانیۃ الفقہاء، قاہرہ، ۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۱ء
۶	ابن قیم	اعلام الموقعین، مصر
۷	ابراہیم شاطبی	المواقفات، مصر
۸	ابو الحسن زید قاروقی	سوانح بے بہائے امام اعظم ابو حنیفہ، لاہور ۱۹۹۲ء
۹	ابو الحسن زید قاروقی	مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، دہلی ۱۹۸۳ء
۱۰	ابوزہرہ	حیات حضرت امام ابو حنیفہ (ترجمہ غلام احمد حریری)، ملک سنز، فیصل آباد، ۱۹۸۰ء
۱۱	ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	سنن ابوداؤد، لاہور، ۱۹۸۵ء
۱۲	ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مشکوٰۃ شریف، جلد اول، لاہور ۱۹۸۶ء
۱۱۳	احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحنفی	اسلام اور عصری ایجادات (ترجمہ اردو احمد میاں برکاتی)، لاہور ۱۹۸۰ء
۱۴	احمد سرہندی	مکتوبات امام ربانی، امرتسر، ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۴ء
۱۵	احمد سرہندی	رد ردافض، لاہور ۱۹۹۲ء
۱۶	الموفق مکی	مناقب الامام ابی حنیفہ، حیدرآباد دکن
۱۷	ایوب قادری	جنگ آزادی ۱۸۵۷ء، کراچی ۱۹۷۴ء

جلیل احمد شر قوری	۱۸	تذکرہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، کراچی ۱۹۸۶ء
حافظ بن علی الخطیب البغدادی	۱۹	تاریخ بغداد، جلد نمبر ۱۳، مصر ۱۹۳۱ء
مولوی حسین احمد	۲۰	نقش حیات، جلد نمبر ۲، کراچی ۱۹۷۹ء
دائرہ معارف اسلامیہ	۲۱	پنجاب یونیورسٹی، لاہور
سر سید احمد خان	۲۲	مقالات سر سید۔ نشاۃ ثانیہ
شارٹر انسائیکلو پیڈیا	۲۳	لیڈن ۱۹۶۱ء
شمس الدین ابو عبد اللہ ذہبی	۲۴	مناقب ابی حنیفہ، مصر
الصحیفۃ الصحیحہ موسوم بہ صحیفہ ہمام بن منبہ (مرتبہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، بیروت)	۲۵	مکتبہ نشاۃ ثانیہ، معظم شاہی مارکیٹ، حیدر آباد دکن، ۱۹۵۶ء
عبد القادر احمد القرشی	۲۶	الجواہر المظنیہ، جلد نمبر ۱، حیدر آباد
علی محمد الآمری	۲۷	الاحکام فی اصول الاحکام، مصر ۱۹۱۳ء
سید علی ہجویری	۲۸	کشف المحجوب، لاہور
غلام رسول سعیدی	۲۹	تذکرۃ المحدثین، کراچی
محمد حلیم چشتی	۳۰	حیات وحید الزماں، کراچی
محمد علی الصابونی	۳۱	صفوة القاسیر، جزء ۱۸۔ بیروت